15-11-35

حیرت انگیز شہر

(ایک عربی ناول کا ترجمہ)

مترجمہ منشی عبدالرزاق صاحب

جو

حسب فرمائش

منیجر صدیق بکڈپو امین آباد لکھنؤ

طبع کیا گیا

بار اول ۱۰۰۰ جلد　　قیمت　　۸/

حیرت انگیز شہر

فصل اوّل

شیخ۔ علیم! کیا کچھ مدت ہمارے یہاں قیام کروگے؟

علیم۔ جی ہاں! ارادہ تو یہی ہے۔ میں نے یہ دور دراز سفر محض اس لیے اختیار کیا ہے کہ یہاں کے تینوں شہروں کی سیر کروں اور ان پر تاریخی اور اجتماعی نقطۂ نظریں ڈالوں جس کے لیے غالباً ایک ماہ رہنا ہوگا۔ ورنہ اگر محض تماشا منظور ہوتا تو چند دن بھی بہت تھے۔

یہ سُن کر شیخ نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا۔

شیخ۔ میں حیران ہوں کہ دنیا ان شہروں کو عجائبات روزگار میں کیوں شمار کرتی ہے؟ میں تو ان میں کوئی جدت نہیں دیکھتا! وہ دیکھو! تمہارے سامنے تینوں بستیاں موجود ہیں! بھلا ان میں کونسی خصوصیت ہے؟ بجز اس کے کہ یہ مثلث سبزہ زار میں [illegible] وقت نے [illegible] پیدا کردیا ہے۔

حلیم اور دیگر حاضرین نے مڑ کر اُس جانب دیکھا جدھر شیخ نے اشارہ کیا تھا، سامنے ان کو ایک سرسبز و شاداب اور لق و دق میدان نظر آیا جس کے وسط میں تین عالیشان شہر آباد ہیں، جن کے گرد ہرے بھرے باغوں اور ترو تازہ کھیتوں کا سلسلہ دور تک پھیلا گیا ہے، جن میں جا بجا چوپائے چرتے اور دوڑتے پھرتے ہیں، اور ان کے مرد و زن گلہ بان دو دو چار چار کی ٹولیاں بنائے درختوں کے سایہ تلے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔

اس دلفریب منظر کو دیکھ کر حلیم مبہوت ہو کر رہ گیا، اور بے ساختہ اُس کی زبان سے نکل گیا۔ "سبحان اللہ! کیا خوب نظارہ ہے!

شیخ کا مکان ایک مختصر سے قریہ میں واقع تھا جو ان شہروں کے سرِ راہ واقع ہونے کی وجہ سے "مدخل" کہلاتا ہے۔ اس کے نیچے ایک خوش نما نہر لہریں مارتی اور ناگن کی طرح گھومتی ہوئی اُس سبزہ زار کو سیراب کرتی ہے جس میں یہ تینوں شہر واقع ہیں، جنکو "سنت دینا" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تھوڑے سکوت کے بعد حلیم نے شیخ کو پھر مخاطب کیا۔

حلیم۔ کیا جناب کو ان بستیوں کی تاریخ معلوم ہے؟

شیخ۔ صرف مجھی کو نہیں بلکہ یہاں کے بچے بچے کو اُس سے آگاہی ہے، کیونکہ ان کے عظیم الشان اور بے مثل بانی کی یاد اب تک ہر قلب میں جاگزیں ہے! اُس سامنے کے باغیچہ میں اسکا مجسمہ (اسٹیچو) قائم کیا گیا ہے، اور ہر سال وہاں اسکی برسی

جن چنکر فروخت کرتے اور سخت سے سخت جاڑے میں بھی سرد
زمین پر برہنہ سو رہتے تھے کچھ سے کچھ ہوگئی۔ اب وہ خود اتنا کمانے لگے
کہ عمدہ کپڑے پہنیں اور لذیذ غذائیں کھائیں۔ اُن کی خوشحالی سلامت روی
اور خودداری ضرب المثل ہوگئی جو نتیجہ تھی اس عملی تربیت اور حکومت
خود اختیاری کا جس کے بغیر کسی قوم کی بھی حالت سدھر نہیں سکتی کیونکہ
اجنبی حکومت کتنی ہی منتظم ہو اس وقت تک فائدہ نہیں اٹھا سکتی
جب تک کہ رعایا کے حقوق کو پامال نہ کرے۔ اپنی حکومت سے
قوم کی ثروت بڑھتی ہے، خوشحالی پیدا ہوتی ہے اور افراد میں خودداری
اور غیرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جنکو غیر ملکی حکومت
فنا کر دیتی ہے، وہ غیرت و عشق وطن میں تر و تازہ ہو جاتے ہیں!

طالب علم: قبل تطبیق کالونی کے، تو کیا یہاں کے باشندوں کے آباؤ اجداد آوارہ گرد
لوگ تھے؟

شیخ: ہاں اگر یاد رکھو تو سب کا ایک پھول کا غنچہ بھی ہوتا ہے
جو کیچڑ ہی سے پیدا ہوتا ہے، اور جواہر ریزے
خزف ریزوں ہی سے نکلتے ہیں۔ ایسے انسان عموماً اسی قسم
کے ہوا کرتے ہیں۔ اُن کی ابتدائی زندگیوں ہی سے شروع ہوا
کہ ریتلے اور دشت و کھو اب پر سونے والے اٹھے! ہمت کب
ہوتے ہیں کہ وہ اس کچھ نشا زرباشہ کا سر نیچا کر سکے! اپنا مطیع
[illegible]

جیسے پیدا ہوتے ہیں ویسے ہی گمنام و ناکام اس جہان سے رخصت ہو جاتے ہیں، نہ دنیا کو اُن سے کوئی فیض پہونچتا ہے کہ اُن کی موت پر نوحہ و بکا کیا جائے اور نہ خود وہ اُس سے کوئی حقیقی فائدہ اُٹھاتے ہیں کہ ہشاش بشاش کامیابی کی موت مریں، البتہ خواہشات نفسانی اور قوائے شہوانی کا بھوت اُن کے سر پر ہمیشہ سوار رہتا ہے جس کی ذلت و لاچاری سے غلامی کرتے ہیں! اُن کی زندگی اگرچہ بظاہر قابل رشک ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ روحانی مصائب سے لبریز ہوتی ہے! اُن کا جسم راحت میں نظر آتا ہے، مگر قلب پر حسرت و یاس کی گھٹائیں چھائی ہوتی ہیں! کیا ایسی ہستیوں کو تم خوش قسمت تصور کر سکتے ہو؟ حلیم! تمہارا خیال صحیح ہے کہ ان شہروں کے پہلے باشندے تنگدست و پریشان حال تھے لیکن وہ خوش نصیب تھے اور مسرت اُن کے قدموں سے لگی رہتی تھی! کاش کہ اُن کی موجودہ نسل بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتی، اور محنت و مشقت میں ویسا ہی انہماک رکھتی! مگر افسوس! کہ اب اس کی روش بدل گئی ہے اور وہ بجائے مفید کاموں کے آپس کی خانہ جنگی میں مصروف ہو گئی ہے جس سے اس قریہ کے لوگوں میں بھی ہمیشہ پریشانی رہتی ہے :-

حلیم - آخر تنازعہ کا سبب کیا ہے؟ -

شیخ۔ تمھیں معلوم ہے کہ یہاں تین شہر آباد ہیں، مشرقی مالداروں کا ہے، مغربی علماء و فضلاء کا ہے، اور جنوبی دینداروں کا ہے، مگر ابتداء میں ایسا نہ تھا ان تینوں کی آبادی ایک ہی جگہ تھی، اور سب باہم محبت و ہمدردی سے زندگی بسر کرتے تھے، لیکن نسل بڑھی اور سب نے اپنی اپنی دماغی استعداد کے مطابق مختلف مشاغل اختیار کیے، کسی نے علم و حکمت کی جانب توجہ کی، کسی کا میلان خاطر مال و متاع کی طرف ہوا، اور کسی نے عبادت و ریاضت کو اختیار کیا، تو بجائے اتحاد و اتفاق کے آپس میں ان بن ہوگئی جس کی بنا پر مجبوراً ہر فریق کو جدا ہونا پڑا، اور اس طرح قدیم ایک شہر کے بجائے علٰیحدہ علٰیحدہ تین شہر ہوگئے لیکن زمانہ نے ثابت کر دیا کہ یہ جدائی بھی عبث تھی، کیونکہ اب بھی اُن میں شقاق و نفاق کی گرم بازاری ہے!

فصلِ دوم

(عشق)

حلیم کی عمر نام خدا تیس برس کی ہے، ظاہری حسن و جمال کے ساتھ تمام معنوی کمالات سے بھی وہ آراستہ ہے، جملہ علوم و فنون میں اُسے مہارت

حاصل ہے خصوصاً قدیم وجدید تمدنوں کا اُس نے بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے
مگر یہ دونوں اسکی نظر میں نہیں سماتے۔ کیونکہ قدیم تہذیب کی بنیاد ظلم
استبداد اور حق تلفی پر تھی اور جدید تہذیب باوجود اس کے کہ بڑی
شاندار ہے مگر وہ ناکمل ہے کیونکہ اُسنے بھی بنی نوع انسان میں مساوات
نہیں قائم رکھی۔ اُسنے اہلِ مغرب کو تو ملائکہ کے درجہ تک پہونچا دیا
ہے۔ مگر باقی انسانوں کو حیوانیت کے درجہ سے بھی گرا دیا ہے۔ اسکے
نزدیک مغربی حکومت کرنے کے لیے ہیں اور مشرقی غلامی کرنے کے
لیے، وہ ایک حیثیت سے تو قدیم تمدن سے بھی بدتر ہے، کیونکہ
دامِ تزویر کا پھیلانا گو کبھی جائز نہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر اُسنے اُسے اہل
مغرب کے لیے بالکل مباح کر دیا ہے! اُسنے زندگی کو ناقابلِ برداشت
بنا دیا ہے، مشرق تو مصائبِ غلامی سہتے سہتے موت کی تمنائیں
کرنے لگا ہے! اور مغرب میں اقتصادی مشکلات اور خود غرضیوں کی
وہ گرم بازاری ہے کہ خدا کی پناہ!

حلیم کو ایسا نورِ باطن عطا ہوا تھا کہ وہ زمانہ طالب علمی ہی سے ایک ایسے
زمانہ کا تخیل کیا کرتا تھا جسے یونانی "عہدِ زریں" کے نام سے اور مسیحی
"عہدِ جنت" سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ ہی خیال تھا جو اُسے کشاں کشاں
ان شہروں کی سیر کے لیے کھینچ لایا تھا کیونکہ اُسے معلوم ہوا تھا کہ یہاں
اُس سنہرے زمانہ کا آغاز ہوا ہے۔ مگر شیخ کی گفتگو نے اس کی امیدوں
پر پانی پھیر دیا۔ تاہم اُسنے دل ہی دل میں دعا، باشند مجھے تو بہرحال

مگر اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ یہ تخیل کس قدر بلند ہے!" جمیل کو اس کے
چہرہ پر غصہ کے آثار نظر آئے اس لیے اُسنے یہ کہکر گفتگو کو بدل دیا "تمھیں
کچھ خبر بھی ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟" اور انگلی سے سڑک کی طرف اشارہ
کیا۔ حلیم نے نظر اُٹھائی تو اسکا دل اُچھلنے لگا، سامنے عجب نظارہ تھا
پانچ پری جمال نازنیں سبک رفتار گویا ہوا پر بڑی آن بان سے چلی
آرہی تھیں خصوصاً ایک رشک ماہ جو سفید جامہ زیب تن کیے ہوئے درمیان
میں تھی اُسنے حلیم کو مبہوت کر دیا! یہ پہلا موقع تھا کہ اس کے قلب پر
پیکان حسن آکر لگا ورنہ اس کی ساری عمر کتابوں کے مطالعہ اور کتب خانہ
کے حجروں میں بسر ہوئی تھی وہ ہمیشہ حسن و عشق کی رسوائیوں سے
بیزار رہا، اگر کسی نے کہا بھی کہ اب تمھارا سن ایسا ہوگیا ہے کہ شادی
کرو گھر بساؤ اور دنیا کے لطف سے آشنا ہو تو اسنے یہی جواب دیا کہ
مجھے دنیا اور دنیا والوں سے دلی نفرت ہے، میری خیالی بیوی مجھے
کہاں میسر آئیگی! اور جبتک ایسا نہ ہو اس وقت تک شادی کرنا
صریح حماقت ہے، کیونکہ زن و شوہر آپس میں ایک روح اور دو
قالب ہونا چاہیئے اور یہ بات بغیر اتحاد خیالات کے نہیں حاصل
ہو سکتی! جن لوگوں نے اس نکتہ کو نظر انداز کرکے شادی کی ہے
اُنکا گھر بجائے آباد ہونے کے ویران ہوگیا ہے! اور اُن کی زندگی
رنج و کلفت میں بسر ہوئی ہے!

حلیم کے یہ خیالات ایسے پختہ تھے کہ ابتک اسکو کبھی شادی

کی طرف رغبت نہ ہوئی تھی، اگر وہ کبھی کسی ایسی محفل میں جاتا بھی جہاں زن و مرد کا ہجوم ہوتا تو وہ اور نوجوانوں کے برخلاف جو عورتوں کے قریب بیٹھنے پر مسابقت کرتے تھے علیحدہ کسی گوشہ میں جا بیٹھتا اور ان کے ناشائستہ حرکات پر دل ہی دل میں کبھی ہنستا اور کبھی نفریں کرتا اگر کوئی بت سیمیں اُسکی جانب توجہ کرتی تو وہ نہایت رکھائی سے بے التفاتی کا اظہار کرتا اور زبان حال سے اُسکو صاف جواب دیدیتا "تو ناگن ہے! قریب نہ آئیو، ورنہ مجھے ڈس لے گی!"

اسی طرز عمل کی وجہ سے حلیم کی جانب اس کے ہمچشموں میں انگلیاں اُٹھا کرتی تھیں! کوئی سخت دل کہتا، اور کوئی اُسے نامرد بتاتا! لیکن واقعہ یہ نہ تھا، اُسکا قلب بھی سوز و گداز سے پُر تھا، اس کے سینہ میں بھی جذبہ محبت موجود تھا، اور وہ بھی ہر دلفریب منظر سے متاثر ہوتا تھا، مگر وہ عقلمند تھا، اپنی دُھن کا پکا تھا اپنے جذبات پر قابو رکھتا تھا اور محض ایک خوبصورت ناگن پر اپنے کو قربان نہیں کرسکتا تھا۔

لیکن اب اُسے یکایک کیا ہوا کہ اس قدر جلد مسخر ہو گیا، دل پہلو میں بے چین ہو گیا، اور پیمانہ صبر و قرار چھلکنے لگا۔ کیا یہ طویل سفر کا اثر تھا جو بسا اوقات بہترین معلم اخلاق ثابت ہوتا ہے؟ یا ہر جنس کی جانب میلان طبعی کے قاعدہ نے اپنا رنگ دکھایا؟ یا یہ کہا جائے کہ حلیم اور اُس نازنین کے مابین روحانی اتحاد تھا، دونوں کی طبیعت مساوی اور ذہن یکجہتی تھی، دونوں کے خیالات میں اتحاد ہو گیا، غرضکہ کچھ ہو، حلیم کے سینہ میں

اب آتش عشق بھڑک اٹھی تھی اور اب [illegible] علمی دائرہ سے
نکلکر عشق و محبت کے عالم کرب و بےچینی میں آگیا!

چنانچہ اُسے اپنی پہلی ہی آرزو میں ناکامی ہوئی، اسکی آرزو تھی کہ
دشمن عقل نے اُسپر فتح پائی تھی وہ ایک نظر کرم ڈالکر اُس کے قلب
ڈھارس بندھا دے، مگر افسوس ہے کہ اُسنے ایسا نہ کیا اور بے پروائی
بصد ناز و انداز گھوڑے کو مہمیز دیتی ہوئی چلی گئی، حالانکہ اُسے بخوبی معلوم
ہو چکا تھا کہ حلیم اپنے دوست جمیل کے اس قریہ میں موجود ہے
بیشک [illegible] عشق بالکل جدا ہے اسکی دنیا نرالی ہے اور اس
[illegible] بالکل انوکھے ہیں!

فصل سوم

دولت، علم اور [illegible]

[illegible]

اس نظارہ نے حلیم کے سادہ دل پر بڑا اثر کیا، رات اُسنے
کروٹیں بدل کر بسر کی، اور پو پھٹتے ہی اُسنے جمیل کو بیدار کیا اور نادر د
روزگار شہروں کی سیر کی تیاری شروع کردی۔ لیکن تعجب ہے کہ آج
خلاف عادت وہ کپڑوں کے متعلق غیر معمولی اہتمام کر رہا ہے۔ آئینہ سامنے
ہے جسمیں وہ اپنی ہیئت اور خوبصورت خط و خال پر غور کر رہا ہے!

جمیل نے اسکو اس [illegible] دیکھ کر تبسم کیا، جس پر منھ بنا کر حلیم نے کہا کہ

حلیم ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ تمھاری صحبت بہت شاق ہو جائے گی ۔

جمیل ۔ عجب مزاج میں آئے کہو، مگر آج تمھاری غیر معمولی حالت دیکھ کر متحیر ہو رہا ہوں!

حلیم ۔ خیر یہ تو بتاؤ کہ ابتدا کس شہر سے کریں؟

جمیل ۔ سبحان اللہ! کیا بھولا پن ہے [illegible] بغیر دولت کے شہر میں داخل ہو گئے! کیونکہ . . .

حلیم نے بات قطع کر کے شرم کے لہجہ میں کہا "مذاق تو تمھارے رگ ریشہ میں سرایت کر گیا ہے!"

غرضکہ یہ دونوں دوست طلوع آفتاب سے قبل ہی نکل کھڑے ہوئے تاکہ [illegible] کے شہر کی سیر کریں ۔ راستہ میں انھیں کاشتکاروں کے غول کے غول [illegible] جو کندھوں پر ہل رکھے اپنے کھیتوں کو جا رہے تھے گلہ بان چوپایوں کو لیے بانسریاں بجاتے چلے جا رہے تھے آگے بڑھے تو سر راہ ایک نابینا بیٹھا "خدا بھلا کرے اندھے ہیں، محتاج ہیں! ایک پیسہ دیتے جاؤ" کی صدائیں لگا رہا تھا اور ایک اور شخص پھلوں سے بھرا ہوا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

چیخ رہے تھے، ایک اور جانب دو آدمی مار پیٹ کر رہے تھے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک نوجوان ایک نازنین سے اشارے بازیاں بلا خوف و خطر کر رہا تھا!

حلیم نے جب یہ رنگ دیکھا تو اسکا چہرہ اُداس ہوگیا، اور دھیمی آواز میں کہنے لگا "عہد زریں اور ہمارے مابین ابھی زمین و آسمان کی دوری ہے!

یہاں کی حالت بھی اتنی ہی ابتر ہے جتنی ہماری دنیا کی ہے!"

تھوڑی دیر بعد یہ دونوں سیاح شہر کے اندر داخل ہوئے تو وہاں عجیب عالم تھا، عالی شان محلوں کے سلسلے چلے گئے تھے۔ جن کے زریں گنبد آفتاب کی روشنی میں آنکھوں کو خیرہ کرتے تھے۔ جا بجا چمن بنے ہوئے تھے جن کو پتلی پتلی نہریں سیراب کرتی تھیں۔ بازار نہایت پر رونق اور آدمیوں سے بھرے پڑے تھے۔ جن میں بجز روپیہ کی کھنکھناہٹ اور خرید و فروخت کرنے والوں کی آواز کے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ حلیم نے سارے شہر پر اِک تنقیدی نظر ڈالی تو اُسے فوراً معلوم ہوگیا کہ سعادت و مسرت اس شہر سے بہت دور ہے کیونکہ عیش و عشرت اور دولت کی افراط نے اُن کے اجسام بھدے اور چربیلے کر دیے تھے، سود خواری نے اُن کے قلوب سے رحم و کرم کے صفات دور کر دیے تھے اور اُن کو سستی و کاہلی کی غذا بنا رکھا تھا۔ اس نے اپنے رفیق جمیل سے کہا۔ "یہاں حسن سوم و حماقت

[illegible] تک سرسبز و شاداب نہیں رہ سکتی، تنزل کا پہلا زینہ یہی عیش پسندی ہے۔ انسان کی یہ بڑی اور مہلک غلطی ہے کہ وہ سامان انبساط کو معراج ترقی تصور کرتا ہے۔ حالانکہ اُسے خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے مہیا ہوتے ہی ترقی رُک جاتی ہے اور پستی شروع ہو جاتی ہے!۔

جمیل۔ تمہارا فلسفہ بھی عجیب ہے! اگر یہ درست ہوتا کہ تعیش تنزل کا پیش خیمہ ہوتا ہے تو کیا وجہ کہ مغربی قومیں باوجود انتہائی آرام طلبی و تعیش کے بھی بجائے پستی کے ترقی ہی کرتی جاتی ہیں؟ کیا تم نے تاریخ میں کسی قوم کا حال پڑھا ہے جسنے اتنی عیش و عشرت کی ہو جتنی یورپ کی موجودہ قومیں کر رہی ہیں؟

حلیم۔ بیشک یہ صحیح ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ مغربی قوموں نے اگرچہ ایک طرف آرام و راحت کے سامان مہیا کیے ہیں، لیکن وہ دوسری طرف انکا تدارک بھی کرتی جاتی ہیں۔ پابندی اوقات اور باقاعدہ ورزشوں سے بڑی حد تک مضرتوں کو ہلکا اور تقریباً غیر محسوس کر دیا ہے، اور یہی وہ اصول ہے جس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے گزشتہ قومیں عیش و نشاط کا شکار ہوگئیں۔ لیکن پھر بھی کون کہہ سکتا ہے کہ یورپ کی یہ رنگ رلیاں آئندہ اُسے روز بد نہ دکھائینگی، چنانچہ اس کے آثار ابھی سے ظاہر ہو رہے ہیں، تم نے اگر اسکی تاریخ کا بغور مطالعہ

کیا ہے تو تمھیں معلوم ہوگا کہ اسکی ترقی کی اب وہ رفتار نہیں ہے جو پیشتر تھی، یورپ کی جدید قوموں سے قطع نظر کرکے اگر تم فرانس اور انگلستان کی تاریخ دیکھو گے تو تمھیں یہ حقیقت صاف معلوم ہو جائے گی، ان کے علاوہ اسپین، پرتگال اور ہالینڈ کی تنزل پذیر قوموں کو جو ابھی نصف صدی پیشتر متمدن و ترقی یافتہ شمار ہوتی تھیں، فراموش نہ کرنا چاہیے۔

حلیم اگرچہ یہ فلسفیانہ گفتگو کرتا ہوا شہر کی سیر کر رہا تھا لیکن اسکی نظریں کسی اور چیز کے دیدار کے لیے بھی ادھر ادھر برابر جستجو میں لگی ہوئی تھیں جو ظاہر ہے کہ بجز اسکی محبوبہ کے اور کون ہوسکتی تھی، مگر افسوس ہے کہ اسے وہ کہیں نہ دکھائی دی اور یہ شبہ ہوتا تھا کہ شاید وہ اپنے دوست کے ہمراہ علم کے شہر میں نہ داخل ہوئی ہو۔

یہاں کا بازار بھی نرالا تھا شہر بالکل شہر خموشاں یا قبرستان معلوم ہوتا تھا جس میں کہیں بھی کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی، در و دیوار پر اداسی چھائی ہوئی تھی، اور ہر طرف موت کا سا سکوت طاری تھا! مکانات بھی نہایت پست اور حقیر تھے اور سڑکیں تنگ ہونے کے علاوہ غلیظ [illegible] کہیں وجود نہ تھا، دونو سیاحوں کو اس تکلیف دہ خاموشی سے از حد مایوس کیا اور انھوں نے سچ مچ یقین کر لیا کہ واقعی یہ شہر اس وقت آدمیوں سے خالی ہے، لیکن آگے چلکر انھوں نے دیکھا کہ نہیں اس میں انسان موجود ہیں، لیکن سب کے سب اس قدر غور و فکر اور مطالعہ میں مصروف

ہیں کہ گویا وہ اس دنیا میں ہیں ہی نہیں! کثرتِ مطالعہ اور دماغ سوزی نے اُن کی صحت کو خراب کر دیا تھا۔ چہرے زرد ہو رہے تھے، آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے اور جسم نڈھال ہو رہے تھے۔ خیالی دنیا میں پڑ کر قوتِ عمل، عزم و ہمت، اور جد و جہد کا اُن میں نام و نشاں نہ رہا تھا، اور انھیں دیکھ کر پہلی ہی نظر میں یقین ہوتا تھا کہ یہ مخلوق محض ناکارہ ہے، اور اس کے لیے موت بجائے زندگی کے زیادہ موزوں ہے!

جمیل نے حلیم کا ہاتھ تھام کر کہا "حلیم! دیکھو تم اسی علم کے دیوانہ ہو رہے ہو، یہ موت نہیں تو کیا ہے! کیا تم بھی اس شہر کے باشندوں کی طرح ہو جانا چاہتے ہو؟ کیا یہ ہی وہ مقصدِ زندگی ہے جس کے لیے تم بے قرار رہتے تھے؟"

حلیم - "نہیں نہیں! یہاں میرے تخیلہ زمانہ کا وجود نہیں ہے، یہاں کی دنیا بدترین دنیا ہے، اور یہاں کے باشندے قانونِ قدرت کو توڑ رہے ہیں! جمیل! اس میں علم کی ذرہ برابر بھی خطا نہیں! مفید سے مفید چیز کو بھی جب غلط اصول پر استعمال کیا جاتا ہے تو وہ مضر ہو جاتی ہے، عطر سے زیادہ پسندیدہ کون چیز ہوگی، لیکن اگر اُس سے کپڑے بھگویا جائے گا تو وہ بدترین شے ہو جاتی ہے، سونے کو اگر گلا کر پی لیا جائے تو موت ہوتی ہے، ہیرے کی اگر ایک کنی کھا لی جائے تو بربادی میں کیا شبہ ہے! اسی طرح علم بھی جب

صحیح اصول پر استعمال نہیں کیا جاتا تو وہ مہلک ہوتا ہے!
علم کیا ہے؟ نور ہے! ہدایت ہے! بلکہ زندگی ہے، لیکن اُسے
یہاں کی مخلوق نے زہر کے طور پر استعمال کیا ہے اسی لیے اُن کو
موت آگئی ہے! - یورپ کی ترقی کا آخر راز کیا ہے؟ یہی علم تو ہے!

جمیل - پھر کیا وجہ ہے کہ باوجود علمی چہل پہل کے مشرق ترقی نہیں کرتا؟

حلیم - اسکی وجہ ظاہر ہے، یہاں کی گورنمنٹیں ناقص علم کے سوا علم صحیح
کی ہوا بھی لوگوں کو نہیں لگنے دیتیں، وہ صرف منشی اور کلرک تیار
کرتی ہیں اور اُسی انداز سے تعلیم دیتی ہیں، چنانچہ علم سائنس کے ماہروں
کی تعداد ہمارے ملکوں میں کتنی ہے؟ مستبد حکومتیں فلسفہ منطق اور
ریاضی وغیرہ سے نہیں ڈرتیں، البتہ وہ اُن علموں سے لرزہ براندام
رہتی ہیں جنسے محکوموں میں عقل، ہمت اور جرأت پیدا ہوتی ہے -

اس شہر خوشحال سے بیزار ہو کر ہمارے دونوں سیاح مذہب کے
شہر کی جانب روانہ ہوئے جسکی شہر پناہ کے پھاٹک پر پہونچتے ہی
نماز ظہر کی دلگداز اذانوں اور گھنٹوں کی پُر اثر آوازوں نے اُن کے جلے
دلوں میں ٹھنڈک ڈالی، اور حلیم نے مطمئن ہو کر شہر پر ایک
نظر ڈالی تو مسجدوں کے عالیشان میناروں اور گرجاؤں کے
سر بفلک گنبدوں نے اسکو مسحور کر دیا، شہر کے بازاروں میں
پھرا تو لوگوں کو نہایت شائستہ، مہذب اور سنجیدہ پایا، نہ شہر
دولت کی طرح یہاں شور غل تھا اور نہ علم کی اُجڑی بستی جیسی مردنی

چھائی ہوئی تھی، بلکہ اچھی خاصی چہل پہل تھی جو کسی متمدن سے متمدن قوم کے
بازاروں میں ہو سکتی ہے۔ یہاں کے باشندے عام طور پر صاف ستھرے اور
خوش حال معلوم ہوتے تھے، شہر میں اگرچہ مکانات نہ تھے، بلکہ سب کی
بود و باش مسجدوں اور گرجاؤں میں تھی لیکن یہ تمام عبادت گاہیں بھی
نہایت پاک صاف اور فنِ تعمیر کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرتی تھیں۔

حلیم اس شہر کو دیکھ کر از حد محظوظ ہوا اور بے ساختہ اُسکی زبان سے
نکل گیا بیشک یہاں سنہرے زمانہ کا آغاز ہو رہا ہے! اس کے بعد اُسنے
اپنے دوست کا ہاتھ پکڑا اور اُس باغ کی جانب رُخ کیا جس میں تینوں
شہروں کے باشندے گلگشت کے لیے روزانہ جمع ہوا کرتے ہیں!

فصلِ چہارم

(باغ)

جب حلیم اور اسکا دوست جمیل باغ میں داخل ہوئے تو معطر
ہواؤں نے ایک لمحے کے لیے ان کو بیہوش سا کر دیا، سکون کے بعد
انھوں نے دیکھا کہ باغ کے تین گوشوں پر تین ہال بنے ہیں، ایک
نہایت عالیشان اور پرزیب ہے، یہ مالداروں کا ہے، دوسرا نہایت
پست، شکستہ اور بے ترتیب کتابوں سے پُر ہے، یہ اہلِ علم کا ہے،
اور تیسرا متوسط درجہ کا ایک مختصر خوبصورت کمرہ ہے جس میں سے نغمے

کتب خانہ ہے اور نشست میں نشست کے لیے کرسیاں بچھی ہوئی ہیں، یہ دینداروں کا ہے ان کے تمام باغ میں بجز خوشنما سرو صنوبر اور خوشبودار پھولوں کے درختوں اور سبزہ زار کے اور کچھ نہیں ہے انھوں نے دیکھا کہ یہ جنت دنیا آدمیوں سے پُر ہے جو چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنائے چہل قدمی کر رہے ہیں، اہل دنیا آپس میں کاروبار کی باتیں کر رہے ہیں، اہل علم فلسفہ حکمت کے مجادلوں میں مصروف ہیں، اور دیندار ہر گل و برگ کو دیکھ دیکھ کر قدرت خدا کو یاد کر رہے ہیں علیم اور جمیل بھی ایک سمت کھڑے ہو گئے کہ اتنے میں ایک نوجوان تیز قدمی سے آیا اور علیم کو باادب سلام کر کے یوں کہنے لگا اگر گستاخی نہ ہو تو میں کچھ عرض کروں! کیا جناب کا نام نامی "علیم . . " ہے؟ میں تو یہی خیال کرتا ہوں کہ آپ کی تصویر ہمارے یہاں کے ایک علمی رسالے نے شائع کی تھی، اور لکھا تھا کہ آپ شہرہ آفاق مصور ہیں! کیا یہ صحیح ہے؟ علیم کو اس کی اس غیر معمولی ذہانت سے سخت تعجب ہوا اور اُسے مجبوراً اقرار کرنا پڑا کہ ہاں "علیم مصور" وہی ہے!

اب کیا تھا دم بھر میں تمام باغ میں چرچا ہو گیا اور جوق جوق مرد اور عورتیں اس کے دیکھنے کو دوڑ پڑے سب کی خواہش تھی کہ وہ ان کے یہاں مہمانی قبول کرے مگر اُس نے معذرت کی اور تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد اُس نے جانا چاہا جس پر اُسی ذہین نوجوان نے بڑھ کر اس کے کان میں کہا "جائیے نہیں! آج شب میں یہاں تینوں شہر کے باشندوں کی -

منعقد کانفرنس ہے جس میں وہ آپس کے تنازعات پر غور کریں گے
کیا بہتر نہ ہوگا کہ آپ بھی شریک ہو کر لطف اٹھائیں۔ "علیم کی دلی خواہش
پوری ہوئی کیونکہ وہ آیا ہی اسی لیے تھا کہ ان سے مستفید ہو۔ چنانچہ
اُس نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس جلسہ میں شرکت کا وعدہ کر لیا۔

فصل پنجم

(مالداروں، دینداروں اور اہل علم کا جلسہ)

غروب آفتاب کے بعد ہی سے باغ میں چراغاں ہونے لگا اور
لوگ جوق در جوق تینوں شہروں سے آنا شروع ہوئے کرسیاں قرینے
سے بچھائی گئیں، جن پر حسب مراتب حاضرین متمکن ہونے لگے،
ٹھیک ۹ بجے پریسیڈنٹ صاحب تشریف لائے جو تینوں جمہوریوں
کے صدر بھی تھے، ان کی عمر ۶۰ سال سے زیادہ معلوم ہوتی تھی مگر چہرے
میں مطلق انحطاط نہ تھا بلکہ چہرہ سے ذہانت و مستعدی کے آثار نمایاں
تھے، تمام اہل جلسہ نے اپنے صدر کا خیر مقدم کیا اور وہ اپنی مخصوص کرسی پر
جلوہ افروز ہو گئے۔ علیم اور اس کے دوست کی کرسی بھی اُن کے پہلو میں
تھی، جہاں ارد گرد بیٹھے ہوئے سب سے وہ آزادی سے سب کو دیکھ سکتے
تھے، مگر ان پر مجمع کی نظریں پڑتی تھیں۔ ایک لمحہ سکوت کے بعد صدر جلسہ نے
ایستادہ ہو کر حاضرین کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز بچو! مجھے بڑی مسرت ہے کہ تم نے اپنے تنازعہ کے
دور کرنے کی جانب توجہ کی، میں خوش ہوں کہ میں تمہارے مابین حکم
اور مصلح کی حیثیت سے بیٹھا ہوں! لیکن خیال رہے کہ ہر فریق ادب اور
تہذیب سے اپنی شکایتیں پیش کرے کیونکہ معاملہ کے طے ہونے کی
ایک یہی صورت ہو سکتی ہے، طعن و تشنیع سے بجائے آشتی کے
جنگ ہو پڑتی ہے، خدا سے دعا ہے کہ وہ تمھیں پھر متحد و متفق کرے!"
صدر کی زبان پر جیسے ہی یہ کلمات آئے اہل علم کی صفوں میں اظہار
ناراضی ہونے لگا اور شور و شغب برپا ہو گیا جس پر ایک دیندار نے
اٹھ کر بآواز بلند کہا "کیوں حامیان علم! کیا تمہارا یہ منشا ہے کہ خدا کا نام
کسی جگہ لیا ہی نہ جائے؟ اس پر مزدوروں کی جماعت سے شور برپا
ہوا "جھوٹ جھوٹ"! دیکھو دیندارو! تعصب کی ابتدا تمھاری جانب
سے ہو رہی ہے! اگر تمھیں للہیت اور حق پسندی کا دعوے ہے تو پھر یہ
نفسانیت کیسی؟

اس پر صدر جلسہ نے "خاموش خاموش" کہکر سب کو بٹھا دیا اور
یوں کہا "مجھے معلوم ہے کہ جلسہ میں یہ برہمی کیوں پیدا ہوئی تھی، میں اس
اصول کی حمایت میں تھا کہ "مذہب کو مسجد یا گرجا کی چہار دیواری کے
اندر رہنا چاہیئے، معاملات حکومت اور امور سیاست میں اس کو
دخل در معقولات نہ دینا چاہیئے! یہ اصول اپنی جگہ پر مسلم ہے اور
اسی کی بنا پر لوگوں میں غصہ پیدا ہوا تھا کہ بے دینی اور دہریت کی وجہ سے

لیکن مجھے امید ہے کہ میرے بچے میری پیرانہ سالی کا خیال کر کے مجھے
معاف کرینگے اگر میں اپنے جذبات سے متاثر ہو کر اصول مسلمہ کے
خلاف کچھ سہواً کر جاؤں!"

پھر اسنے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا "ہاں اب جلسہ کی کارروائی
شروع ہونا چاہیے! چنانچہ مزدوروں کے لیڈر نے کھڑے ہو کر باآواز
بلند تقریر شروع کی۔

"مزدوروں کو مالداروں کی حرص و طمع سے شکایت ہے، غریب
مزدور محنت کرتے اور اپنا خون پانی ایک کرتے ہیں مگر مالدار بلا کسی خرخشے
کے اُن کی محنت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، انصاف تو یہ ہے کہ دونوں
گروہ ہر چیز میں مشترک ہوں، سب یکساں کام کریں، اور مساوی
فائدہ اٹھائیں!"

اس پر مالداروں کے سرگروہ نے باآواز بلند کہا "سنو سنو! ہمیں
مزدوروں سے کوئی شکایت نہیں، ہم تو اُن سے اپنی اولاد کی
طرح محبت کرتے ہیں، کیونکہ انھیں کی ہمت و جفاکشی سے ہمارا کام
چلتا ہے! البتہ اُن مفسدوں سے ہمیں تکلیف پہونچ رہی ہے
جو اُن کو ہمارے برخلاف اکساتے ہیں، اگر انکا انسداد کر دیا جائے
تو امن و امان قائم ہو سکتا ہے!"

اس کے بعد اہل علم کے ایک ممبر نے یوں گفتگو شروع کی "اگر یہ
صحیح ہے کہ بقول میرے مالدار دوست کے اُن "مفسدوں" کا گلا گھونٹ دیا

جائے تو صلح و آشتی کا دور دورہ ہو جائے اور اتفاق اگر یہ دیکھیے درست ہے تو نفسا نفسی نزاع دور ہوگئی، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ صلح مزدوروں کے لیے زندگی بخش ہوگی، یا اُن کو سابق کی طرح مُردوں سے بدتر حالت میں رکھے گی؟ ہم حامیان علم کو فخر ہے کہ اس معاملہ میں ہم نے مذہبی پیشواؤں کی ذاتی تقلید نہیں کی ہے، ہم نے بیڑا اٹھا لیا ہے کہ قوموں کو زندہ کریں اور اُن کو ترقی کی راہیں دکھائیں، حالانکہ یہ فرض مذہبی پیشواؤں کا تھا، لیکن کسی قدر بدقسمتی ہے کہ وہ اپنے کام سے غافل ہیں۔ کاش کہ صورت حال یہی ہوتی! نہیں بلکہ اب انکا شیوہ یہ ہے کہ وہ قوم کو اپنے ہاتھوں سے دشمن کے سپرد کر دیتے ہیں، وہ مستبدوں اور بڑے بڑے مالداروں سے چاپلوسی کرتے، اور اُن کی ہر جا و بے جا بات کی حمایت کرتے ہیں! وہ قوم میں طرح طرح کے اوہام و خرافات پھیلاتے ہیں تاکہ وہ اپنی حقوق طلبی سے غافل رہے! اور اس طرح سلطنت کے بہت بڑے مجرم ہیں! برخلاف اس کے علم قوم کی آنکھیں کھولتا اور اُس کے حقوق اُسے یاد دلاتا ہے۔

اس گرم تقریر کے ختم ہوتے ہی مذہبی پیشوا نے جلکر کہا "حضرات بس! ہمارے حریف یہ ملحد فلاسفہ ہیں جو مذہب کو بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکنا اور اپنی دہریت کو عام کرنا چاہتے ہیں، اگر ان کے وجود سے دنیا پاک ہو جائے تو نعمت خداوندی تمام مخلوق کو محیط ہو جائے، یہی کافر ہمارے بچوں کو فلسفہ کی تعلیم دیتے اور دہی

بلکہ خود ہمیں رب العالمین سے انکار کی تلقین کرتے ہیں!

اس پر صدر نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو خاموش کر کے کہا "عزیزو! میں نے تمہاری شکایتوں کو سنا یہ نئی نہیں ہیں بلکہ میں انھیں عرصہ دراز سے سن رہا ہوں! کیا تم اپنے بوڑھے سردار کی نصیحت سنوگے؟ بچو!

یہ دنیا محض فانی ہے، اس کی ہر چیز آنی جانی ہے، سب مال و دولت، جاہ و منزلت اور عزت و حشمت پیام مرگ آتے ہی رخصت ہو جاتی ہے۔ اس دنیا میں چند دن رہنا ہے پھر بغض و عداوت کیوں؟ جنگ و جدل کیوں [illegible] آپس [illegible] کس لیے؟ کیوں نہ نرمی سے اپنے معاملات طے کرلو اور صبر و سکون سے ایک دوسرے کی شکایتوں پر غور کرو؟ چنانچہ سب سے پہلے مالداروں اور مزدوروں کے مسئلہ پر غور کرنا چاہیے۔

فصل ششم

جلسہ میں سناٹا چھایا ہوا ہے۔ بجز درختوں کے پتوں کی آواز کے جو ہوا سے ہل رہے ہیں اور کچھ نہیں سنائی دیتا۔ صدر اپنی کرسی پر تاریکی میں بیٹھا [illegible] کو [illegible] کی کرسیوں پر سج دھج سے بیٹھے ہیں بڑے غور سے دیکھ رہا ہے کہ [illegible] والی

کہیں نظر آئے، مگر اُسکا سُراغ نہیں ملتا، وہ دل ہی دل میں بےچین ہو رہا تھا کہ سمندر کے اشارہ پر مزدوروں کا ایک سرگروہ اُٹھا اور اسطرح اپنی تقریر شروع کی۔

حضرات! آپ نے ہمارے مسئلہ کو مقدم کر کے بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا ہے کیونکہ درحقیقت یہ مسئلہ سب سے زیادہ اہم اور پیچیدہ ہے، اور تمام دیگر مسائل کا تصفیہ اسی پر موقوف ہے لیکن اسکے طے ہونے کی اگر کوئی صورت ہے تو صرف یہی ہے کہ سرمایہ دار نفع میں مزدوروں کو اپنے ساتھ شریک کریں، ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اُنکی ویسی خدمت کرتے ہیں جیسی غلام اپنے آقاؤں کی کرتے ہیں مگر اس کے معاوضہ میں وہ ہمیں روزانہ چند ٹکوں سے زائد نہیں دیتے حالانکہ ہماری وجہ سے ان کو سالانہ لاکھوں روپیہ کا فائدہ ہوتا ہے، پس یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس دولت کے پیدا کرنے والے مزدور تو اس میں سے کچھ بھی نہ پائیں، اور سرمایہ دار آرام سے اپنے بستروں پر لیٹے مزے اڑائیں! میرے خیال میں دُنیا کی کوئی شریعت اور کوئی قانون اسے روا نہ رکھے گا کہ محنت تو سَو آدمی کریں اور کھائے صرف ایک! غور کرنے کی بات ہے کہ اگر غریب مزدوروں نے دِن بھر کام کرنے کے بعد محض چند آنہ پر قناعت کر لی تو فرمایئے کہ وہ خود کیا کھائے؟ بیوی کو کیا دے؟ اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا کیا اس سے بندوبست کرے۔ علاوہ ازیں دن

غربت بیماری کا پیش خیمہ ہے! اگر وہ بدنصیب کبھی چارپائی پر پڑ جاتے تو اُسکی اور اُس کے خاندان کی کیا حالت ہوگی؟ اگر وہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو کس کے در پر جا کر پڑے؟ اور کس کے سامنے دست سوال دراز کرے؟

مزدوروں کو موجودہ حالت پر رکھنے کے کیا یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ کبھی خوشی کا منہ نہ دیکھیں، بیشک غلامی بند کر دی گئی ہے، لیکن اس غلامی سے بڑھ کر اور کیا غلامی ہوگی! سرمایہ داروں نے ہمیں بے دام کا خرید لیا ہے، صرف ہمیں کو نہیں بلکہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی، اور ہم کبھی اُن کے پنجہ سے نجات نہیں پا سکتے، کیونکہ وہ ہماری مالی حالت کبھی سدھرنے نہیں دینگے، جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیشہ کے لیے اُن کے غلام بنے رہیں گے جیسا کہ اب تک چلے آئے ہیں!!

پس اے حضرات! میں انسانیت کے نام سے اپیل کرتا ہوں کہ خدارا ہماری خبر لیجیے، اور ہمارے معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کیجیے یاد رکھیے کہ ملک میں اکثریت ہمیں کو حاصل ہے، ہمارے بغیر آپ کا کوئی کام نہیں چل سکتا، ہمیں مکان بناتے ہیں، ہمیں کپڑا بنتے ہیں، ہمیں کاشتکاری کرتے ہیں اور ہمیں آپکا پیٹ بھرتے ہیں، اگر دشمن حملہ آور ہوتا ہے تو ہمیں آپکی شہرت، جاہ اور عزت بچاتے ہیں، اور اگر امن ہوتا ہے تو ہمیں آپ کو راحت و آرام پہونچاتے ہیں! بڑے ظلم کی بات ہے کہ سب کچھ تو ہم کریں، اور سب مصیبتیں ہم برداشت کریں اور نتیجہ

گورنمنٹ ایک چھوٹی سی جماعت کو جو کچھ بھی نہیں کرتی ہے اجازت دیدے کہ ملک کی تمام دولت پر تنہا قبضہ کرلے اور تمام قوم کو غلام بنا کر جس طرح چاہے کام لے!"

تقریر یہاں تک پہونچی تھی کہ سرمایہ داروں میں ایک شخص نے آواز بلند کہا کہ "اس گفتگو سے تمہارا منشا کیا ہے؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ گورنمنٹ ہمارے معاملہ میں مداخلت کرے اور ہمیں مجبور کرے کہ اپنی مرضی کے برخلاف تمہاری اُجرت میں اضافہ کردیں اور اپنے نفع میں اپنا شریک بنائیں؟ اگر تمہاری غرض یہ ہے تو یاد رکھو کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ گورنمنٹ کو کسی کی ملکیت میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے"

سابق مقرر پھر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔

یہ تو تمہارا بڑا ڈھکوسلہ ہے کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ اس معاملہ میں ماہرین سیاست کی دو رائیں ہیں ایک ہمارے موافق ہے اور دوسری تمہارے موافق لیکن ہمارا پلہ اس طرح بھاری ہوجاتا ہے کہ دنیا کے منور کرنے والے چار آفتاب موسیٰ عیسیٰ اور محمدؐ (علیہم السلام) ہمارے ساتھ ہیں، اگر آج یہ برگزیدہ نفوس دنیا میں موجود ہوتے تو یقیناً ہماری حمایت کرتے، کیونکہ انکا اصول ہے کہ ہر وہ نظام عمل جس کی رو سے قوم کے اکثر افراد کی حق تلفی ہوتی ہو، اور قلیل تعداد کو آرام پہونچتا ہو، وہ ہرگز قائم نہیں رہ سکتا۔

اور اسکا درہم برہم ہوجانا یقینی ہے۔ پس اگر تم اپنے دعوے کے ثبوت میں فلاسفہ کو پیش کرتے ہو تو ہم بھی اُن نفوسِ قدسیہ کو پیش کرتے ہیں جو فلاسفہ سے کہیں برتر و مقدس ہیں! لیکن اگر یہی ضروری ہے کہ کسی فلسفی کی شہادت پیش کی جائے تو سنو کہ حکیم کارل مکس کیا کہتا ہے۔

اس پر ایک سرمایہ دار نے قہقہہ لگا کر کہا "سبحان اللہ آپ ایسے شخص کی رائے پیش کرتے ہو جو تمھاری سب سے زیادہ جانب داری کرنے والا ہے"

مقرر۔ نہیں نہیں! ہم ایک فلسفی کی حجت پیش کر رہے ہیں۔ جس کا اگر کچھ قصور ہے تو صرف یہ ہے کہ اسکا اچھا خیال نہیں ہے۔ تم کہتے ہو کہ سرمایہ داروں کو حق ہے کہ جس طرح چاہیں اپنے کاروبار کو چلائیں کسی ان کے اختیارات میں دست اندازی کرنے کا حق نہیں ہے! اس کے برعکس ہمارے فلسفی کا خیال ہے کہ "قوم کے جملہ کارخانے، تجارتیں اور زمینیں وہی حیثیت رکھتی ہیں جو دریاؤں، سمندروں اور ہوا کی ہے۔ جس طرح یہ چیزیں کسی فرد واحد کی ملکیت نہیں ہو سکتیں اسی طرح قوم کی دولت پر بھی کسی شخص خاص یا اشخاص کا قبضہ نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ تمام قوم کی ملکیت ہے اور قوم ہی کو اس میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ قوم کو ایک تاجر ہونا چاہیے جس کی ملکیت میں قوم کا تمام کاروبار ہو۔

وہ اُس کے راس المال میں سے ہر فرد کو اُسکی محنت و اہلیت کے
لحاظ سے حسب ضرورت کچھ مال دے، اور لینے والے کو حق ہے
کہ اُس مال کا دوسرے مال سے معاوضہ کرلے" یہ اصول ہے جسے
بہت سے علما حق و انصاف سمجھتے ہیں، لیکن ہم تم سے اس پر
عمل کرانا نہیں چاہتے، تمھیں تمھاری جائدادیں، تجارتیں اور زمینیں مبارک
رہیں، البتہ ہمیں اُن کے سالانہ نفع میں سے صرف نصف دیدیا
کرو اور باقی نصف کو جس طرح چاہو خرچ کرو! یہ نہ خیال کرنا کہ ہم تم سے
زیادہ مانگ رہے ہیں، نہیں نہیں! ہم صرف اپنا حق طلب کرتے ہیں
یاد رکھو! اب ہم زیادہ عرصہ تک غلامی نہیں برداشت کر سکتے،
اگر تم نے ہمارے مطالبات پورے نہ کردیے تو یقیں [illegible]
کی چولیں ہلا دینگے اور پھر ڈوبیں گے اور تمھیں بھی اپنے ساتھ ڈبو دینگے
اے سرمایہ دارو! تم نے سن لیا! عزیزانِ وطن! حرارتِ
آفتاب، نسیم صبحگاہی، شفقت اور کی خوش باشی، سکون و
اطمینان اور عیش و مسرت غرضکہ جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ صرف
امرا ہی کے لیے اتری ہیں، نہیں بلکہ خدا نے تمام بنی نوع
انسان کے لیے انھیں پیدا کیا ہے، ہم غریب مزدور بھی انسان
ہیں، ہمارے پہلو میں بھی تمھارا ہی جیسا دل ہے، جو ذلت و شقاوت
سے نفرت کرتا ہے، ہم میں بھی نفس ہے جس کو فقر و فاقہ سے
تکلیف ہوتی ہے! تمہاری طرح ہمارے بھی بچے ہیں، عورتیں ہیں!

[illegible] ہم پر بھی اُن کی خبر گیری فرض ہے،
[illegible] کہ بے حس و حرکت پڑے رہیں، ہم میں بھی
[illegible] زندگی پر جہنم کو ترجیح دیتی ہے۔ تم [illegible]
[illegible] کے ساتھ یاد کرتے ہو مگر بتاؤ کہ ان کو اس جرم
پر کس نے آمادہ کیا ہے؟ وہ تم ہی ہو! تمھیں نے تمام دولت پر قبضہ
کرکے غریبوں کو مجبور کر دیا ہے کہ جبراً تم سے اپنا حق وصول کریں! پس
خیر خواہانِ ملک! اگر تم اپنی اور اپنے وطن عزیز کی بھلائی چاہتے ہو
تو انصاف کرو، ورنہ ہم مزدور تختہ الٹ دیں گے!"

اس گرم تقریر کے ختم ہوتے ہی مالداروں میں جوش پھیل گیا،
ایک نے پکار کر کہا "تو ہمیں بغاوت کی دھمکی دیتا ہے!" دوسرے نے
کہا "اچھا بغاوت کرو، تمھارا سر کچلنے کے لیے سلطنت کی چار
فوجیں ہیں!" تیسرے نے آواز دی "مزدوروں کو کچل ڈالو!"
آخر مالداروں کا ایک [illegible] اٹھا اور سب کو اشارہ سے خاموش کر کے
تقریر کرنے لگا

"حضرات! ہمارا اور مزدوروں کا معاملہ آج سے نہیں بلکہ بہت
عرصہ سے جب سے دنیا کا آغاز ہوا ہے، اُسوقت سے یہ کشاکش
جاری ہے۔ ہمیشہ سے یہی دستور چلا آرہا ہے کہ عقلمند، ہست و
چالاک اور قوی آدمیوں نے کمزور، بے وقوف اور سست لوگوں پر
حکومت کی ہے، اور ان کو اسی طرح چلایا ہے جس طرح [illegible] کے

پرزوں کو چلاتا ہے، ہمارے اور ان مزدوروں کے مابین وہی تعلق
ہے جو دماغ اور سر اور دیگر اعضا میں ہوتا ہے، ہم سر ہیں اور یہ ہاتھ
پھر بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ قدم سر کو کچل دیں، نہایت افسوس کا مقام
ہے کہ یہ سادہ لوح لوگ جو ہمیشہ سے قناعت و اطاعت کرتے
چلے آتے تھے، اب ان میں بھی بغض و حسد اور طمع کے جذبات
پیدا ہو گئے ہیں اور اب وہ ہم سے مساوات اور برابری کا برتاؤ
چاہتے ہیں!

کچھ مدت پہلے ان کو شکایت تھی کہ ان کی مزدوری بہت کم ہے
اور کام بہت زیادہ ہے، ہم نے ان کی یہ خواہش پوری کر دی،
اجرت بھی زائد ہو گئی ہے اور محنت بھی بہ نسبت پیشتر کے بہت
کم کر دی ہے، صرف یہی نہیں بلکہ ہم نے ان کے چھوٹے چھوٹے
بچوں پر بھی رحم کھا کے ان کو کام پر لگایا ہے، عورتیں اور بوڑھے
لوگ بھی ہمارے کارخانوں میں موجود ہیں، لیکن افسوس ہے کہ
اس پر بھی ان کی حرص پوری نہ ہوئی اور اب ان کا جنون اس
درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ ہماری گاڑھی کمائی کو بھی تقسیم کرا لینا چاہتے
ہیں، مجھے یقین ہے کہ اگر ان کا یہ ناجائز مطالبہ بھی قبول کر لیا جائے
تو کل وہ کہیں گے "مالدارو! نکلو، یہ سب کاروبار ہمارے
دم سے چل رہا ہے لہذا ہم ہی کو اس کا مالک بھی ہونا چاہیے!"
حضرات! اس وقت آپ کے سامنے ہمارے ظلم و جبر کا مسئلہ

نہیں درپیش ہے بلکہ یہ مزدوروں کی طمع و لالچ کا معاملہ ہے، اگر آپ نے
حکومت کو ان کی مرضی کے مطابق کر دیا تو یاد رکھیے کہ جمہوریت، تہذیب اور
سوسائٹی برباد ہو جائے گی، یاد رکھیے دنیا ہمارے دم سے قائم ہے اگر ہماری
حیثیت کو صدمہ پہونچا تو سارا نظام ملک درہم برہم ہو جائے گا۔ مجھے
امید ہے کہ کوئی رائے قائم کرنے سے پیشتر آپ چند امور پر غور کریں گے
اول یہ کہ قوم و ملک میں سرمایہ داروں کی کیا اہمیت ہے؟ آپ کو بخوبی
معلوم ہے کہ قوم کی دولت اور زندگی کا سرچشمہ ہم ہیں، ہماری ہی تدبیر و محنت
سے عظیم الشان تجارتی منڈیاں کھلی ہوئی ہیں، محیر العقول کارخانے
چل رہے ہیں، اور یہ ہرے بھرے کھیت نظر آ رہے ہیں! اگر ہم اپنی
مٹھی بند کر لیں اور اپنے صندوقوں پر مہر لگا دیں تو یقین کیجیے کہ ایک
سال میں سارا ملک تباہ و برباد ہو جائے، گورنمنٹ اس امر سے
خوب واقف ہے، اس کے یہ بنک نوٹ صرف ہمارے رحم پر ہیں!
حضرات اگر آپ سے کہا جائے کہ اس دولت کے پیدا کرنے والے
مزدور اور اہل علم ہیں، تو برائے خدا اُن سے دریافت کیجیے کہ پھر ہمارے
سامنے دست احتیاج کیوں دراز کرتے ہیں؟ کیوں نہیں وہ خود ہی
سب تحریکیں چلاتے؟ دوستو! واقعہ یہ ہے کہ جب مزدور راتوں کو
پڑے خراٹے لیتے ہوتے ہیں اور اہل علم مضمون نگاری یا شعر بازی میں
مصروف ہوتے ہیں تو ہمارا دل و دماغ غور و فکر میں مشغول ہوتا ہے کہ کس
طرح قومی دولت کو بڑھائیں، کہاں بازار قائم کریں، اور کہاں تجارت

جاری ہو شاعر صاحب بستر استراحت پر پڑے خیالی گھوڑے دوڑاتے ہوتے ہیں؛ البتہ ہم اُٹھتے ہیں تو قوم کے سامنے ایک ایسا راگ شروع کرتے ہیں جس کے سامنے تمام جہاں کی موسیقی ہیچ ہے، وہ راگ روپیہ کی جھنکار ہے جو ہماری تھیلیوں سے کھنا کھن کرتا، اور ملک میں خیر و برکت کا باعث ہوتا ہے! پس اگر اے حضرت! آپ کو اس غیر مغلوب قوت کی پرواہ نہیں ہے تو بسم اللہ مزدوروں کی موافقت میں فیصلہ صادر کیجیے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ دنیا میں تجارتی جنگ برپا ہے جس میں کامیابی صرف اسی قوم کو ہو سکتی ہے، جو ارزاں سے ارزاں مال تیار کریگی۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ ہمیں مجبور کریں گے کہ مزدوروں کی اُجرت زیادہ کریں اور اُنسے کام کم لیں، یا ان کو اپنے نفع میں شریک کر لیں، تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ارزاں مال ہم تیار نہ کر سکیں گے اور ہماری قوم اس اقتصادی لڑائی میں شکست فاش اُٹھائیگی۔

تیسرا امر غور طلب یہ ہے کہ ہر قوم کے رسم و رواج اور روایات کا احترام ہر جگہ کیا جاتا، سرمایہ دار ہمیشہ سے اپنی دولت کے مالک ہیں اور ان کو اُس میں تصرف کرنے کا کامل حق حاصل ہے، اگر اب ہمارے معاملہ میں کوئی مداخلت کی گئی تو اس سے ہماری قدیم روایات و اصول کی توہین ہوگی اور پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ موجودہ نظام کبتک خطرے سے محفوظ رہے گا! - چوتھا امر جو بہت زیادہ غور و فکر کا

محتاج ہے وہ یہ ہے کہ مزدوروں کے مطالبہ کو قبول کر لینے کے بعد دنیا پر
بالشویزم کا ایسا زبردست سیلاب آپڑے گا کہ خدا کی پناہ! اس بلائے
مبرم کے روکنے کی صرف یہ صورت ہے کہ گورنمنٹ مزدوروں کے
معاملہ میں مداخلت کرنے سے اجتناب کرے اور مزدوروں کی انجمنیں
نہ قائم ہونے دے کیونکہ یہ انجمنیں ہی جراثیم فساد پھیلاتی اور مزدوروں
کو سرکشی اور ہنگامہ پر آمادہ کرتی ہیں، اس طریقہ سے بالشویزم خطرہ بھی نہ
باقی رہے گا اور سرمایہ دار مزدوروں سے بآسانی تمام نپٹ لیں گے۔
پانچواں امر یہ ہے کہ ہماری گورنمنٹ کی کارروائیاں واقعات و
حقائق پر ہونی چاہئیں نہ کہ اوہام و خیالات پر، خدا نے سب انسانوں
کو یکساں نہیں پیدا کیا ہے، بعض عقلمند و ہوشیار ہیں اور بعض
احمق و سادہ لوح، کچھ تندرست و توانا ہیں اور کچھ کمزور و نحیف الجثہ
کچھ بڑے ہیں اور کچھ چھوٹے غرضکہ سب کی حالت مختلف ہے، پس
یہ کتنی بڑی حماقت ہوگی کہ تمام انسانوں کے حقوق بالکل مساوی
کر دیے جائیں، سب کو دولت یکساں دیدی جائے اور سب سے محنت
برابر کرائی جائے، آخر اس سے فائدہ ہی کیا ہوگا اگر بالفرض سب لوگ
ایک درجہ کے ہو بھی جائیں تو سمجھ جائیے کہ چند ہی سال میں احمق اور
سست لوگ اپنی ملکیت فروخت کرنے لگیں گے، اور دنیا کا
پھر وہی نقشہ ہو جائے گا جو اب ہے، عقلمند و مستعد لوگ پھر ان مزدورں
پر گلہ بان نظر آئیں گے، اور سدا اسی طرح ان کی چھوٹی تعداد کا تعین کرتے

ہوں گے۔

حضرات! مزدوروں کی موافقت میں فیصلہ صادر کر کے کیا آپ محض ایک تجربہ کے لیے تمدن و تہذیب کو خطرہ میں ڈالنا گوارا کریں گے، وہ تجربہ جس کی حقیقت تاریخ اچھی طرح کھول رہی ہے اور جو قانون قدرت کبھی نہیں ٹوٹتا ہے۔ قدرت نے خود ہی مخلوقات میں درجے قائم کیے ہیں، اور کمزور کو قوی کی غذا بنا دیا ہے، دنیا کی وہ کون قوت ہے جو بھیڑ اور بھیڑیے کے مابین، بلی اور چوہے کے مابین اور باز اور گوریا کے مابین قوت کو برابر تقسیم کر سکے اور سب کے حقوق مساوی تسلیم کرے؟ وہ کون قوت ہے جو قانون کشمکش اور ترقی مخلوقات میں جاری ہے توڑ دے اور بقاء اصلح کے اصول کے برخلاف زمانہ کی روش کر دے؟

ازل سے یہی حالت رہی ہے کہ طاقت ور بلند مرتبہ ہوتا ہے اور کمزور گر پڑتا ہے چنانچہ صد ہا قومیں محض اپنی کمزوری کی وجہ سے فنا ہو گئیں پس جس کا ارادہ ہو کہ وہ قوتوں کو اصلی جگہ سے تبدیل کر کے کمزور کر دے تو ظاہر ہے کہ وہ قوم و ملک اور تمدن و تہذیب کو برباد کرنا چاہتا ہے۔

مزدوروں کے لیڈر نے اپنی تقریر کارل مارکس کے فلسفہ پر ختم کی ہے جس کے متعلق اے حضرات! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ ایک ایسا فلسفہ ہے جسے آپ کسی طرح بھی قبول نہیں کر سکتے، کیونکہ اس کے مذہب کا ایک بنیادی اصول یہ بھی ہے کہ موجودہ گورنمنٹ

قوم اور مزدوروں کو اُن کے حقوق بخوشی دینا گوارا نہ کرینگی کیونکہ اُن کے تمام صیغوں پر سرمایہ داروں کا قبضہ ہے اور انھیں کے مجموعہ کا نام گورنمنٹ ہے، پس مزدوروں کو لازم ہے کہ موقعہ پاتے ہی سرمایہ داروں کے تمام صیغوں پر قبضہ کر کے ان کو بزور زیر و زبر کر دیں، جس کے بعد اُن کے لیے ممکن ہوگا کہ قومی دولت کو قوم پر تقسیم کر سکیں" پس فرمایئے کہ جس فلسفہ کے اصول اسقدر انتہا پسندانہ ہوں کیا اُن کو آپ قبول کر سکتے ہیں؟ میرے خیال میں ہرگز نہیں قبول کر سکتے، لہذا مجھے امید ہے کہ مزدوروں کے مطالبہ کو آپ رد کر دیں گے، اگر انھوں نے آپ کو انسانیت کا واسطہ دیا ہے تو میں آپ کو جمہوریت کا، تمدن کا، تہذیب کا، مستقبل کا اور اپنی نیکنام گورنمنٹ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ان کی سفارشات پر ہرگز توجہ نہ فرمائیں۔"

مقرر کے بیٹھتے ہی مزدوروں اور اہل علم کے حلقوں میں جوش و اضطراب پیدا ہو گیا لیکن قبل اس کے کہ کوئی ناگوار صورت پیدا ہو اہل علم میں ایک لیڈر کھڑا ہو گیا جس پر حاضرین جلسہ کی نظریں گڑ گئیں جو ایک خاص شہرت رکھتا تھا، اور اُسنے اپنی تقریر اسطرح شروع کی۔

"حضرات! میرا ارادہ نہ تھا کہ اس وقت آپ کی سمع خراشی کروں لیکن فاضل مقرر کے اس جملہ نے مجھے تقریر کرنے پر مجبور کر دیا کہ "آپ کو مستقبل کا واسطہ ہے" یہ واسطہ بھی عجیب ہے کیا آپ کا خیال

ہے کہ انسانیت پر مستقبل میں بھی شقاوت اسی طرح مسلط رہیگی
جس طرح کہ موجودہ زمانہ میں ہے؟ کیا آپ کو یقین آتا ہے کہ قوم کے اکثر
افراد اسی طرح تھوڑے سے اشخاص کی غلامی میں رہیں گے؟ کیا آپ کے
ذہن میں آتا ہے کہ قوم کی اجتماعی حالت آئندہ بھی ایسی ہی رہے گی
کہ اس کے تندرست اور محنت کرنے والے افراد فقر وفاقہ سے
مرا کریں گے اور لاچار و اپاہج ایک ایک ٹکڑے کو ترس ترس کر جان
دیا کریں گے؟ کیا وہ اسکو برداشت کرتے رہیں گے کہ ایک مختصر
سی جماعت قوم کی تمام ثروت پر مسلط ہو کر اسکی ریڑھ کی ہڈی یعنی
مزدوروں اور غریبوں کے ساتھ وہی سلوک کرتے رہیں جو کتوں کے
ساتھ کیا جاتا ہے؟ اگر آپ ایسا تصور کریں گے تو آپ خدا سے
انکار کریں گے اور حق و انصاف کو پس پشت ڈالیں گے! اس صورت
میں آپ کا مذہب "اباحیین" کے مطابق ہوگا جنکی شریعت میں سب کچھ
مباح وجائز ہے" اور آپ دہریوں کے ہم عقیدہ ہوں گے جو کہتے
ہیں کہ "ہم پیٹ سے نکلتے ہیں اور زمین میں چلے جاتے ہیں! اسکا
نہ کوئی قاعدہ ہے اور نہ قانون!"

مقرر یہاں تک کہنے پایا تھا کہ دینداروں کی جماعت میں سے
ایک شخص نے بآواز بلند کہا

"یہ نہایت احمقانہ خیال ہے! انسان آزاد ہے اور اسے
حق ہے کہ جس طرح چاہے عملدرآمد کرے، اسی لیے وہ جزا و سزا کا مستحق

ہوتا ہے ورنہ اس کے کوئی معنی نہیں! بہرحال! "زریں قانون کشمکش" سے
کہاں بھاگ کر جاؤ گے؟ اس دُنیا میں بجز کشمکش کے اور کیا ہے،
جس میں کمزور مارا جاتا ہے اور قوی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے!!"
مقرر نے اس گفتگو سے برافروختہ ہو کر کہا" اللہ اکبر! تم لوگ کس قدر
جاہل ہو!"
رینڈار ۔ اللہ اکبر! تم کس قدر احمق ہو!
مقرر ۔ سنو سنو! "قانون کشمکش" ایک وحشیانہ قانون ہے، اور ہر مذہب
و دین کے مخالف ہے! مذاہب کا دُنیا میں کیوں ظہور ہوا ہے؟ محض
اسی مجنونانہ قانون کے توڑنے کے لیے! اے اہل مذاہب! تم اتنا
بھی نہیں غور کرتے کہ اگر تم اس کے قائل ہو جاؤ گے تو اپنے اور اپنے
مذاہب کے گلے پر چھری پھیرو گے!
سنو! قانون کشمکش" کے یہ معنی ہیں کہ ہر شخص صرف اپنی بہتری کے
لیے کوشش کرے اور غیر کو نقصان پہنچا کر تمام فوائد خود حاصل
کرے، یہاں تک کہ اُسے پامال کر ڈالے! اس کشمکش کا نتیجہ بجز اس کے
اور کیا ہوگا کہ دنیا ہمیشہ کے لیے میدان کارزار بنی رہے گی،
قوی کمزور کو فنا کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اس وسیع زمین پر صرف
ایک شخص رہ جائیگا! دوستو! بتاؤ کہ یہ صریح حیوانیت نہیں تو اور کیا
ہے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ دُنیا سے پھر اُسی وحشیانہ اصول پر عمل کراؤ جس پر
وحشی متقدمین کا عملدرآمد تھا کہ وہ اپنے کمزور بھائیوں کو اپنے ہاتھوں سے

ذبح کردیتے تھے؟ اور کیا تم چاہتے ہو کہ ہم اس زمانہ تہذیب میں درندوں کی تقلید کریں؟

قانون کشمکش انتہا سے زائد ہولناک اور وحشیانہ قانون ہے، وہ تمام مذاہب آسمانی کی بیخکنی کرتا اور انسان کے بنائے ہوئے تمام قوانین کو پامال کرتا ہے، کیونکہ اگر وہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر کسی کو اپنی زیادتی پر سزا نہ ملنی چاہیے کیونکہ وہ قوی ہے، اور قوی کے لیے قانون کشمکش اس قسم کے افعال کو جائز قرار دیتا ہے، مذاہب ہمیں کیوں نیکی، امن امان اور احسان کی تلقین کرتے ہیں جبکہ یہ سب چیزیں قانون کشمکش کے برخلاف ہیں جسے فطری کہا جاتا ہے، کیا اس کے یہ معنی نہ سمجھے جائیں گے کہ کمزوروں کو اس قسم کی تعلیم دیکر فریب دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی حفاظت کے لیے جد وجہد نہ کرنے پائیں، اور اگر نہیں، تو آسمانی کتابوں کو اٹھا دو، حکومتیں غیر جانبدار ہو جائیں، اور پھر دیکھو کہ مزدور زیادہ قوی ہیں - یا سرمایہ دار؟

اے حضرات! فطرت اور اجتماع انسانی کے قوانین میں خلط مبحث نہ کیجیے۔ بیشک ہم بھی "قانون کشمکش" کو صحیح تسلیم کرتے ہیں لیکن اجتماعی حالت میں نہیں بلکہ فطری حالت میں کہ جس کے مطابق قوی حیوان کمزور حیوانوں کو کھا جاتے ہیں، اجتماعی حالت میں تو سلطنت نے یہ اپنے ذمہ لیا ہے کہ قوی کو ضعیف پر ظلم اور زیادتی نہ کرنے دیگی، قوم اور گورنمنٹ میں یہ نہایت مضبوط عہد ہے جس پر دونوں

قائم رہنا چاہیے، چنانچہ اسی بنا پر تمام باقاعدہ سلطنتوں میں توانا و ناتوان تندرست و بیمار اور خورد و کلاں سب ہی پہلو بہ پہلو رہتے ہیں اور کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرنے پاتا۔ حکومت مجبور ہے کہ قوی اور ضعیف کے معاملہ میں مداخلت کرے کیونکہ ضعیف کی قوی سے حمایت کرنا اس کا فرض ہے، یعنی اس کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ "قانون کشمکش" کو شکست کرے۔

بیشک گورنمنٹ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ طاقتور کو کمزور کردے (ایسی حکومت تو ظالم حکومت ہے اور اس کو سبق دینا نہایت ضروری ہے) لیکن اسکا یہ کام ضرور ہے کہ ضعیف کو تعلیم و تربیت دے کر قوی کے مثل کردے۔ جب سے دنیا کی حکومتیں اس اصول پر عمل کرنے لگینگی اسی وقت سے انسان کی حقیقی ترقی شروع ہوگی اور سارے جہان پر آشکارا ہو جائیگا کہ خدا نے کسی انسان کو بھی اس لیے نہیں پیدا کیا ہے کہ وہ ذلیل زندگی بسر کرے اور اس پر کوئی دوسرا انسان مسلط ہو۔

اس طریقہ کو ہم طریقہ "اصلاح فطرت" کہتے ہیں، اور جس کے برتنے پر ہم مجبور ہیں کیونکہ اگر ہم وحشی درندے ہوتے اور وحشی میدانوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کرتے ہوتے تو ہمیں اسکی ضرورت نہ ہوتی لیکن ہم نہ رہ سکتے۔ اگر ہم اس حالت میں ہوتے تو یقین ہے کہ

ہم میں نیوٹن کے جیسے لوگ نہ ہوتے، کیونکہ یہ عظیم الشان فلسفی بچپن
میں اسقدر کمزور تھا کہ اگر اسکی ماں خاص کوشش نہ کرتی تو وہ مرجاتا
مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اسپارٹین میں پیدا ہوا ہوتا تو وہ اُسے فوراً
ہی گلا گھونٹ کر مار ڈالتے کیونکہ وہ ناتوان ہونے کی وجہ سے اُن کے
کام کا نہ تھا! اگر وہ قتل ہوگیا ہوتا تو آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ علم و
فلسفہ کو کتنا عظیم الشان بلکہ ناقابل تلافی نقصان پہونچتا! یہ ہی آپکا
قانون کشمکش جو نیوٹن جیسے آفتاب کو زیر خاک دبا دینے کو ضروری
بتاتا ہے! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قانون اکثر قوانین تمدن اور
شائستگی کے خلاف بھی ہوتا ہے۔

یہاں پر ایک اور اہم مسئلہ بھی ہے جس پر ہمیں بحث کرنا
ہے اور وہ یہ کہ جب قوم زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوجائے گی
تو اسکا کیا طرز عمل ہوگا؟ آیا وہ آج ہی کی مانند سرمایہ داروں کی
غلام رہے گی؟ یا دوسروں کے غلام بننے کی وہ خود کوشش کریگی
نہیں، نہ یہ ہوگا اور نہ وہ، اُس وقت گورنمنٹ کو چاہیے کہ قومی
دولت قوم پر تقسیم کردے جس سے اُس کے افراد کاروبار کریں، اور
جو لوگ ان میں سے لاچار اور چھوٹے ہوتے ہیں اُن کا گذارہ
مقرر کردے تاکہ وہ بھوکے نہ مرجائیں۔ قوم کا تمام کاروبار گورنمنٹ
کی نگرانی [illegible] گورنمنٹ ہی آپکا نظم [illegible] [illegible] خواہش جو
منافع اور نفع [illegible] ہے کہ اگر وہ کسی [illegible]
[illegible]

کردی جائے کہ جس نے کبھی شہر کی صورت بھی نہ دیکھی ہو، تو وہ بھی اسے بخوشی قبول کریگا، اور اُسے یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ اس آسمان کے نیچے کچھ ایسی بھی ہستیاں ہیں، جو اسے غیر معقول بتاتی ہیں!

مزدوروں کے مطالبہ پر چند اعتراضات کیے جاتے ہیں، ذرا اُن کی حقیقت بھی ملاحظہ کر لیجیے کہا جاتا ہے کہ ملکیت کا حق اٹل ہے اور اُس میں دست اندازی جائز نہیں ہے، اگر یہ صحیح ہے تو گورنمنٹ اس میں کیوں مداخلت کرتی ہے؟ اُسے یہ عام حق حاصل ہے کہ معاوضہ دیکر جس ملکیت کو چاہے اپنی طرف منتقل کر سکتی ہے۔ اسی طرح سرمایہ داروں کو معاوضہ دیکر تمام کاروبار قوم کی جانب منتقل کیا جا سکتا ہے کہا جاتا ہے کہ اگر تمام دولت اور جائداد سب پر مساوی تقسیم کردی جائے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ بعد چندے وہ پھر چند لوگوں میں منتقل ہوجائے گی کیونکہ سب لوگوں کو تو اُس کے انتظام کی اہلیت نہیں ہوسکتی، ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم اُس کو مساوی تقسیم نہیں کرانا چاہتے بلکہ ہم تمام کاروبار کو قومی ملکیت قرار دینا چاہتے ہیں جس کی حیثیت وقف کی سی ہوگی کہ جس کی خرید و فروخت ناجائز ہوتی ہے، قوم صرف اس کے حاصلات سے فائدہ اُٹھائے گی، اور گورنمنٹ اسکی اسی طرح نگراں ہوگی جس طرح جائداد موقوفہ کا متولی نگراں ہوتا ہے۔

اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر مزدوروں کا مطالبہ تسلیم کرلیا جائے

دولت نے قوم کی اجتماعی حالت کو زہریلا کردیا، نہیں نہیں! اس میں مال کا قصور نہیں ہے بلکہ اُس طریقہ کا ہے جس پر اس کا استعمال کیا جاتا ہے، سرمایہ داروں کی غرض صرف اسقدر ہوتی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کریں، اور اگر ہم اس میں معترض ہوں تو ظالم ٹھہرائے جائیں، یاد رکھو "مال کی ہوس اور اخلاق" کبھی یکجا جمع نہیں ہوسکتے"، اسی لیے کہا گیا ہے کہ "خدا کی پرستش کرو، یا مال کی" حالانکہ اگر تمام کاروبار حکومت کے ہاتھ میں ہوتا تو یہ صورت حال نہ ہوتی، اور قوم میں بجائے فساد و بداطمینانی کے اعلیٰ اخلاق کی اشاعت ہوتی، کیونکہ حکومت کا غرض تجارت نہیں بلکہ تہذیب و انسانیت کی ترویج ہوتی ہے، چنانچہ جہاں جہاں عادل گورنمنٹیں قائم ہیں وہاں اسی اصول پر کام ہو رہا ہے، اور جہاں کی گورنمنٹیں ایسی نہیں ہیں وہاں جور و ستم اور مصائب کی گرم بازاری ہے۔

عدل و انصاف اور فضائل و اخلاق کا پرچم دنیا پر کیونکر سایہ افگن ہوسکتا ہے جبکہ روپیہ کے مقابلہ میں سب کچھ ہیچ سمجھا جاتا ہے، خیر و برکت، فلاح و بہبودی، ایثار و مساوات، انسانیت اور فضیلت یہ سب بے معنی الفاظ ہیں، اگر کچھ معنی ہیں تو صرف روپیہ کے ہیں، ہاں ان الفاظ سے عوام کو فریب دیا جاتا ہے، انہی کے ذریعہ سے ان کو غلام بنایا جاتا ہے اور انہی کے ذریعہ سے ان کو

ذلیل وخوار کیا جاتا ہے، تہذیب! ماشاء اللہ! روپیہ پرست، اشاعت
تہذیب کریں گے، اے مکارو! تمہارے منہ میں خاک! خدارا ان
الفاظ کو جو انبیاء کی مبارک زبانوں سے نکلتے تھے، اپنی ناپاک زبانوں
پر لاکر گندہ نہ کرو۔ تم جہنم کا پیش خیمہ ہو، جبتک تمہارے وجود سے
زمین پاک نہ ہوگی اُس وقت تک ہرگز تہذیب نہ پھیل سکے گی!
سرمایہ دار؟ بڑا! بدنصیب ہے سرمایہ دار! جب وہ بستر مرگ پر
عالم سکرات میں ہوتا ہے تو یہ خیال کرکے اسکا دل ہلجاتا ہے کہ
"افسوس میری تمام محنت، وکوشش محض عبث تھی! میں نے
زر وجواہر کے انبار لگا کر کیا فائدہ اُٹھایا؟ کیا میں نے روزانہ ہزار
دنبوں کا گوشت کھاتا تھا؟ نہیں، صرف چند نان گندم، پھر میں نے
یہ خزانے کیوں بھرے؟ ہائے میں نے یہ مال ومتاع اسی لیے
جمع کیا تھا کہ قبر میں خالی ہاتھ جاؤں گا! خدایا! یہ سیلاب عظیم کس
چیز کا بہا چلا آتا ہے؟ خدایا مجھے بچا! میں اُس میں غرق ہوا جاتا
ہوں! زبانِ حال سے اُسے جواب ملے گا یہ اُن آنسوؤں اور
اور پسینہ کے قطروں کا ہے جنہیں تو نے رلا رلا کر اور تھکا تھکا
کر یہ روپیہ جمع کیا تھا، تو اس سے نجات نہیں پا سکتا۔ تجھے
غریبوں کے نالوں کے مگرمچھ ڈس لیں گے کیونکہ تو اسی لائق ہے
اُس وقت اُسکی سمجھ میں شہرۂ آفاق دولتمند رتھی کا یہ مقولہ
آئیگا کہ "وہ شخص دور نہیں جبکہ ہر دولتمند کا منہ سیاہ ہوگا اور

وہ حسرت افسوس کے ساتھ اس دنیا کو جس پر وہ فریفتہ تھا خیر باد
کہے گا!" دوستو! یقین کرو کہ اُس وقت مالدار بے یار و مددگار پڑا ہوگا
اور کوئی عزیز دوست اس کے کام نہ آئیگا حتی کہ خدا کی رحمت
بھی اُس سے روگردانی کرے گی ہاں البتہ اگر وہ اُس وقت بھی
اپنا نصف مال قوم کو واپس کردے تو اُسکی مشکل آسان ہوسکتی ہے
ورنہ اُس کا ٹھکانا بجز قعر جہنم کے اور کہیں نہ ہوگا!

انسان پر سب سے زیادہ مقدس فرض یہ ہے کہ وہ "نظام قوم" کی
محافظت کرے، وہ نظام جو مجموعہ ہے اُن تمام قوانین اور آسمانی
شریعتوں کا جن کے بغیر زندگی اطمینان و سکون سے نہیں بسر کی جا
سکتی، جو شخص سوسائٹی کے اس نظام کو توڑ ڈالتا ہے وہ
درحقیقت دائرہ انسانیت میں شمار ہونے کے لائق نہیں ہے
یہ دستورالعمل اس طرح شکست ہوجاتا ہے کہ مثلاً تاجر اپنی
تجارت میں دغابازی سے کام لے کاشتکار اپنے گاہکوں کو فریب دے
سرمایہ دار تھوڑی اُجرت دیکر مزدور سے زیادہ کام لے آقا چند روپیہ
دیکر ملازم کو غلامی پر مجبور کرے مہاجن قرضدار پر سود در سود چڑھاکر
اُسے دق کرے غرضکہ اسی قسم کی صورتیں ہیں جن سے یہ نظام اور
دستور باطل ہوجاتا ہے خصوصاً ہوس مال کے ساتھ تو وہ
قائم ہی نہیں رہ سکتا پس میرے پیشرو فاضل مقرر کا یہ کہنا محض
غلط ہے کہ قوم کو سرمایہ داروں سے کسی طرح استغنا ہو ہی نہیں سکتا!

بیشک قوم کو اُن کی شدید حاجت ہے لیکن مالداروں کی تو
یقیناً حاجت نہیں ہے، البتہ جن لوگوں کے بغیر اسکا کام نہیں
چل سکتا وہ ہم "اہلِ علم" ہیں، ہم ہی وہ ہیں جو سوسائٹی کے نظم کے
محافظ ہیں، ہم ہی وہ ہیں جو برباد شدہ انسانیت کے احیاء پر زور
دے رہے ہیں، ہم ہی وہ ہیں جو غریبوں پر مہربانی و شفقت کرتے
ہیں، ہم ہی وہ ہیں جو فقر و فاقہ میں بھی صابر و شاکر رہتے ہیں، ہم ہی
وہ ہیں جو خدا کی رسالت کو بندوں تک پہونچاتے ہیں، اگرچہ یہ کام
علماءِ دین کا تھا، مگر جب سے انھوں نے اپنے فرائض سے غفلت
برتنی شروع کی ہے اُس وقت سے ہم نے اس کام کو اپنے
سر لے لیا ہے؛ علماءِ دین دولتمندوں کے غلام ہو رہے ہیں۔ ان
کی زبانیں ان کی تعریف و مدح میں سرگرمِ کار ہیں اور ان کی
نظریں ان کی زر و جواہر سے پُر تھیلیوں پر جمی ہوئی ہیں، مگر ہم کسی
کی پروا نہیں کرتے۔ اظہارِ حق ہمارا کام اور خدمتِ مخلوق ہمارا
شیوہ ہے، اس کے علاوہ دنیا پر اور سرمایہ داروں پر ہمارے
جو احسانات ہیں اُن کے ذکر کی حاجت نہیں۔ کون ہے جو نہیں
جانتا کہ اگر ہم ایجاد و اختراع نہ کرتے تو دنیا کی آج یہ حالت نہ ہوتی
تجارت یا زراعت اور صنعت و حرفت غرضکہ کون ایسی چیز ہے جو
ہماری مرہونِ منت نہیں۔

اے حضرات! میں نے آپکا بہت وقت لے لیا، اب مجھے اپنی

جگہ لینا چاہیے مگر یاد رہے کہ سارے جہان کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں کہ آپ غریب مزدوروں کے ساتھ کہاں تک عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں!

اس تقریر کے ختم ہوتے ہی صدر جلسہ نے حاضرین سے کہا کہ اب بہت وقت گذر چکا ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ بحث کو کل پر اٹھا رکھا جائے۔ چنانچہ جلسہ ختم ہو گیا اور سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

فصل ششم

کل کی گرم گرم تقریروں نے تینوں شہروں میں ہلچل ڈال دی ہے اور شہر مشتعل اور جوش سے پر نظر آتا ہے حتیٰ کہ بعض مقامات پر سرمایہ داروں اور مزدوروں کے مابین بلوہ کی نوبت آگئی، اور دونوں فریقین سے متعدد اشخاص زخمی بھی ہوئے۔ اسی لیے آج ہر طرف فوج اور پولیس کے سپاہی چکر لگا رہے ہیں، خصوصاً جلسہ گاہ کے سامنے تو ان کی بڑی کثرت ہے کیونکہ آج لوگ جوق جوق چلے آرہے ہیں حتیٰ کہ اب اس میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہے، صدر بھی آگئے ہیں، اور سب لوگ خاموشی سے ان کے چہرے کو دیکھ رہے ہیں، لو اب وہ کھڑے ہیں اور کچھ کہہ رہے ہیں۔

"عزیزان من! بسم اللہ جلسہ کی کارروائی شروع کرو، مگر میری سابق نصیحت یاد رہے کہ سکون و تحمل سے کام لینا چاہیے، آج ہمیں علم کے

مسئلہ پر غور کرنا ہے" چنانچہ صدر کے بیٹھتے ہی علما دین میں سے ایک عالم جید نے ایستادہ ہو کر اپنی تقریر یوں شروع کی کہ:-

حضرات آج کل میں نے تمام تقریروں کو بغور سنا لیکن مجھے دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ مقرروں نے موضوع کے متعلق کچھ بھی نہیں کہا اور تمام وقت غیر ضروری باتوں میں ضائع کر دیا سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ سرکش انسان کے لگام لگائی جائے" ایسی لگام جو اسکی ہوا و ہوس کی روک تھام کرے، کیونکہ بغیر اس کے ترقی ناممکن ہے" تمام انبیا اور مصلحین کے مبعوث ہونے کا یہی مقصد تھا کہ وہ انسان کو بتائیں کہ وہ اس وقت تک انسان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو کم نہ کرے اور نفس امارہ پر قابو نہ حاصل کرے۔ مگر دوستو! ذرا دیکھیں کہ گمراہوں کا کیا طرز عمل ہے؟

اس پر اہل علم میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا:-

"ان گمراہوں کا اگر کچھ قصور ہے تو صرف اس قدر کہ انھوں نے "جنت" کو آسمان سے زمین پر منتقل کر دیا ہے!"

مقرر نے اس جملہ پر کوئی توجہ کیے بغیر اپنی تقریر کو جاری رکھا اور کہا:-

"وہ لوگوں کو نفسانیت کی تلقین کرتے اور مذہبی و اخلاقی پابندیوں کے توڑنے کی ترغیب دیتے ہیں، وہ کمزور لوگوں سے کہتے ہیں کہ تم کیا قصور وار کی سی زندگی بسر کرو، چونکہ قوم میں تمہاری تعداد زائد ہے اس لیے تمھیں قومی دولت سے متمتع ہونے کے زیادہ مستحق ہو اور تم سے

آیندہ زندگی میں جنت و ثواب کے جو وعدے کیے گئے ہیں وہ محض خیالی ہیں، جو کچھ ہے وہ دنیا ہے، یہی جنت ہے اور یہی دوزخ ہے جس کی بسر اوقات عزت کے ساتھ ہوتی ہے وہ جنتی ہے اور جو ذلت و خواری میں اپنی عمر بسر کر رہا ہے وہ دوزخی ہے، حالانکہ مذاہب کی تعلیم یہ ہے کہ جسے اس جہان میں تکلیف اٹھانا پڑتی ہے، اسے آخرت میں اسکا معاوضہ ملے گا، پس اے حضرات ایسی گمراہ ہیں جو اپنی ملحدانہ تعلیم سے قوم کی شیرازہ بندی کو منتشر کر رہے ہیں، اور خفتہ فتنوں کو آتش بغض و حسد بھڑکا کر پیدا کرنا چاہتے ہیں!!

مقرر یہاں تک کہنے پایا کہ ایک مزدور نے ڈانٹ کر کہا:-

"کیوں میاں صاحب! سرمایہ داروں سے کتنی فیس لیکر آپ وکالت کر رہے ہیں؟"

اسی طرح ایک مزدور نے بھی کہا۔

"اب ہم عوام الناس کو دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہونے میں کیا باک ہو سکتا ہے، جبکہ علماء دین نے اپنے بہرہ اندوز ہونے میں پیش قدمی کی ہے!"

لیکن مقرر نے حلم سے کام لیا اور کوئی جواب دیے بغیر اپنی تقریر کو پھر شروع کر دیا۔

دوستو! یہ گمراہ فرقہ ہی کی کارروائی ہے کہ تمام فتنے و فساد برپا ہو گئے ہیں، میں اس فرقہ کو "اہل علم" کہہ کر علم کی بے قدری نہیں

مسئلہ میں ہمارے تمہارے مابین بعد المشرقین ہے اس کو برانگیختہ کرنے اور فساد پر آمادہ کرتے ہو اور ہم امن و سکون اور صلح و آشتی کی تلقین کرتے ہیں، خدا آسمان سے دیکھ رہا ہے کہ ہم اصلاح کر رہے ہیں اور ہم ہی دنیا کے لیے سب سے زیادہ مفید ہیں!"

اس تقریر سے مزدوروں اور تعلیم یافتوں میں بے چینی پیدا ہو گئی چنانچہ ایک مزدور نے کہا۔

سبحان اللہ! گھوڑے کے نعل ٹھوکے جا رہے تھے۔ مینڈکی نے بھی پاؤں اٹھا دیے!"

ایک تعلیم یافتہ نے کہا:۔

"ماشاء اللہ! اپنے اصولوں کے مفید ہونے پر فخر کر رہے ہو حالانکہ پیشتر ان کے صحیح ہونے پر غور کرنا چاہیے تھا!"

اس جملہ کو سن کر خطیب نے جل کر کہا۔

"مفید اصول ہمیشہ صحیح ہوا کرتے ہیں!"

تعلیم یافتہ۔ تو گویا گوتم بدھ، کنفیوشس، اور ہندوؤں کے مذاہب بھی صحیح ہونگے جن کے بہرحال مفید ہونے میں کلام نہیں ہے۔

مقرر۔ (جھنجھلا کر) ہاں ہاں دنیا کے تمام مذاہب تمہارے مذہب سے بہتر ہیں، تمام انسان عام اس سے کہ مسلمان ہوں، عیسائی ہوں، یہودی ہوں، بودھ یا ہندو ہوں ہر حالت میں تمہارے مسلک اصولوں کے بالکل مخالف ہیں۔

ایک اور تعلیم یافتہ۔ ارے یہ شرمناک تہمت! کیا ہم تمہاری ہی طرح خدا پر ایمان نہیں رکھتے ہیں؟

مقرر۔ (سخت برہم ہو کر) مانا! مانا کہ تم خدا پر ایمان رکھتے ہو لیکن محض اس لیے کہ دنیا کو دھوکہ دو۔ اور تمہارے ایمان کی آڑ میں اپنے اصول کی اشاعت کرو۔ کیا تم ہمیں اس قدر سادہ لوح تصور کرتے ہو کہ ہم تمہارے اس ایمان کے قائل ہو جائیں گے؟ ہم اس وقت تک تسلیم نہیں کر سکتے جب تک ہماری طرح تم بھی ۔۔۔ انبیا پر ایمان لاؤ، تثلیث کے قائل، خدا کے علام الغیوب ہونے پر یقین کرو، قیامت حساب کتاب اور جنت دوزخ پر اعتقاد رکھو، اگر یہ نہیں تو ہرگز تم ایمان والے نہیں ہو اور واقعاً تم بھی ایسے نہیں پائے ہم۔ ہمیشہ یہی دعوے کرتے ہو کہ "تمہارا مذہب علم کے مخالف نہیں ہے" ہم اس دعوے کو اسی وقت صحیح تسلیم کر سکتے ہیں جبکہ خدا کے ساتھ مذکورہ بالا چیزوں پر بھی ایمان لاؤ کیونکہ درحقیقت یہی تو مذہب کی جان ہیں۔ ابھی آپ نے اپنے فریب کو جاہلوں کے لیے نہیں بلکہ احمقوں کے لیے استعمال کیا۔ ہم تمہاری حقیقت سے خوب واقف ہیں!"

ایک تعلیم یافتہ۔ (قطع کلام کر کے) کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی یہ روش متدین فرقہ کو ایک عمیق غار کی طرف لیجا رہی ہے؟

مقرر۔ ہم کو ہر غار میں گرنا منظور ہے اگر تمہاری غلامی سے بہشت

میں آنا کسی طرح بھی گوارا نہیں ہے۔ ہم نے جو سوسائٹی کئی صدیوں
کی محنت کے بعد تیار کی تھی، تم اُسے تہ و بالا کر دینا چاہتے ہو۔ اس لیے
ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ ہتھیار کو تمہارے برخلاف استعمال کریں۔ اے
لوگو! ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم موجودہ عمارت کو ڈھا کر کیا بنانا چاہتے ہو؟ تمہیں
علم اجتماع کا یہ اصول تو معلوم ہی ہوگا کہ "سوسائٹی کا کوئی رکن اُس وقت
تک نہیں توڑا جا سکتا جب تک کہ دوسرا اس کا قائم مقام نہ بنا لیا
جائے" تو بتاؤ کہ تم مذہب کو پامال کرنے کے بعد کس چیز کو اس کی
جگہ دو گے؟ آیا علم کو؟ خدا کے لیے اپنے ہوش کی دوا کرو! ذرا
لوگوں سے جا کر کہو تو کہ "شوہر کے پاس سے رشتہ داروں سے
حفاظت کرو، علم کے خیال سے نیکی کرو، علم کے لحاظ سے ظاہر و باطن
میں برائی سے بچو۔" ایسا کر کے دیکھو کہ تمہیں کیا جواب ملتا
ہے؟ بربادی ہے، ہیجان ہے، جبکہ قوم ابھی ہولناک تجربہ کے
لیے مذہبی پابندیوں کی جانب دست درازی کرے گی!۔

ایک تعلیم یافتہ۔ (مقرر سے) کیا مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت
دی جائے گی؟۔

مقرر۔ بشرطیکہ مختصر ہو۔

مقرر۔ معاذ اللہ! ہم اور مذہب کو برباد کرتے! اللہ اکبر! کتنی
عظیم الشان تہمت ہے! بیشک ہم بیکار دستور کو توڑنا چاہتے
ہیں جسے تم نے مذہب کا جزو بنا دیا ہے۔ تم کہتے ہو کہ عبد اور معبود

کے مابین اُس وقت تک تعلق پیدا نہیں ہو سکتا جبتک کہ کسی پیر اور ولی کا درمیان میں واسطہ نہ ہو یا تم کہتے ہو کہ آسمانی کتابیں اُس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتیں جبتک کوئی عالم اسکی تشریح نہ کرے، سبحان اللہ! خدا نے اپنے بندوں میں سے صرف آپ ہی کو چُن لیا ہے کہ بغیر آپکے دُنیا کا کوئی کام نہیں چل سکتا! ہم اسی دجل کے دشمن ہیں! ہم خدا نخواستہ مذہب کے مخالف نہیں بلکہ تمہاری اس خود ساختہ مشیخت کے دشمن ہیں! اسے یاد رکھو کہ باطل ہی کرکے چھوڑینگے!

رہا یہ مسئلہ کہ اس کے بعد ہم کیا کریں گے۔ اور کس اصول کی اشاعت کرینگے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہمیں علمائے فلاسفہ سے سیکھنا ہے جنکا خیال یہ ہے کہ انسان پر تین زمانے مختلف گزرتے ہیں۔

(۱) عہد طفولیت جس میں یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ دنیا بندوں اور دیوتاؤں کی حکومت ہے۔

(۲) عہد شباب جسمیں وہ ما ورا الطبیعت کی جستجو کرتا ہے۔

(۳) عہد رجولیت جسمیں انسانی سوسائٹی کی بنیاد "مصلحت عامہ" "ادائگی فرائض" "انس و ہمدردی" اور عقل و دانش پر ہوتی ہے، فلاسفہ کا خیال ہے کہ انسان اب تک اس درجہ پر نہیں پہونچا ہے جس کے بعد اُسے ترغیب و تشویق کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ وہ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر وہی کریگا جو اُسے کرنا چاہیے!

اسوقت اسکا اصول یہ ہوگا کہ "مجھے لوگوں سے وہی برتاؤ کرنا چاہئے جو میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ کریں!"

مقرر۔ تو تمھارے فلسفہ کا مقصود اصلی یہ ہے کہ "انسان شوہر کی سی زندگی بسر کرے" جیسا کہ اُس کے ساتھ سلوک کیا جائے وہی وہ بھی کرے شفقت احسان و نیکی یہ سب اخلاق دنیا سے رخصت ہو جائیں!

اے حضرات کیا آپ اسے قبول کرینگے کہ مستقبل میں یہ مکارم اخلاق مٹی میں ملجائیں؟ نہیں نہیں مجھے اسکا یقین نہیں آتا! میں نہیں خیال کرسکتا کہ اس صفحہ زمین پر آئندہ ایسی نسل پیدا ہوگی جو اس خشک بری زندگی کے اصول پر عمل کرنے کامیاب ہوسکے! مجھے یقین ہے کہ اسوقت بھی کوئی اسے پسند نہ کرے گا' دنیا ایسے برگزیدہ نفوس سے خالی نہیں جو ہمیشہ قادر مطلق پر بھروسہ رکھتے اور آخرت ہی کو اپنا اصلی محکا نا تصور کرتے ہیں' اگر بفرض تمھارا فلسفہ مقبول بھی ہو جائے تاہم ایک عظیم الشان انسانی گروہ ہمارے ہی اصول کا پابند رہیگا کیونکہ انسان کی معاشرت کچھ سے کچھ ہو جائے مگر اسکی فطرت مذہب سے منحرف نہیں ہوسکتی' اس لئے جب بھی دیکھا جائیگا اکثر انسان اُس کے ماتحت نظر آئیں گے۔

ایک تعلیم یافتہ لیکن انسانیت مذکورہ بالا بہت دور میں ہوگی یقین رکھیے کہ اسوقت آپکے ہمرمیں ایک شخص بھی رہنا گوارا نہ کرے گا۔

مقرر۔ (تمسخر کے ساتھ) خیر دیکھا جائیگا، لیکن یہ تو بتاؤ کہ قبل اس کے
کہ انسانیت اس تیسرے موہوم زمانہ میں قدم رکھے، تم دنیا کو ابھی سے
کیوں پریشان کرنا جائز رکھتے ہو؟

تعلیمیافتہ۔ ہم اپنی وسعت بھر کی طرح مجاہدہ کر رہے ہیں، کیونکہ اگر ابھی سے
کوشش نہ کی جائے گی تو زمانہ کے از خود بدلنے میں صدیاں لگ
جائیں گی، کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ اگر مسلمان یا مسیحی جمود پر صبر کرتے
اور زمانہ کے انقلاب کا انتظار کرتے رہتے تو کیا وہ اتنی ترقی کر سکتے
جتنی کہ اُن کو ہوئی؟

مقرر۔ (غصہ سے بیتاب ہو کر) لعنت ہے تمھارے اس جہاد
پر! تم نے ہماری ہر پسندیدہ چیز کو روند ڈالا، مذہب، وطن، قوم،
خاندان، اور تمام مکارم اخلاق غرضکہ کون چیز ایسی ہے جس پر تم نے
دست درازی نہیں کی ہے۔

اس جملہ پر بہت سے اہل علم نے قہقہہ لگایا اور اُنھیں سے پکار کر کہا"
اب وطنیت اور قومیت کے دامن میں پناہ لیتے ہو! تاکہ تمھارے
کمزور دلائل تسلیم کر لیے جائیں۔

مقرر۔ کیا اس میں شک ہے کہ تم لوگوں نے وطن اور اس کے مقدس
واجبات پر لات ماردی ہے؟ کیا تمھارا یہ بھی اصول نہیں ہے کہ سب
بنی آدم بھائی بھائی ہیں، اور وطنیت و قومیت کی تمام قیدیں اُٹھا دینا
چاہیئے، اس کے معنی بجز اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ وطن محبوب کے

اغیار کا قبضہ ہو جائے، کیونکہ جب ہمارا [illegible] کے قلب سے
اُس کی محبت دور ہو جائے گی تو وہ اُس کی مدافعت نہ کریں گے۔ کیا تمہارا یہ
اصول نہیں ہے کہ جنگ موقوف ہو جانی چاہیے؟ کیا اس سے تمہاری یہ
غرض نہیں ہے کہ قوم کی جنگی روح فنا ہو جائے، اور تمہیں موقعہ مل جائے
کہ جب چاہو اپنے فلسفہ کو بزور جاری کر دو؟ کیا تم سپاہیوں کو فوج سے
فرار ہونے، اپنے افسروں کی نافرمانی کرنے اور مزدوروں کی ہڑتالوں
میں [illegible] کی تلقین نہیں کرتے ہو؟ کیا تم نے طلاق کو جائز
کر کے خاندان اور سوسائٹی کو کمزور نہیں کر دیا ہے؟ کیا اب تم اس کے
[illegible] نہیں کر رہے! اور [illegible] طلاق [illegible]
ہو؟ کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ نکاحِ شرعی بالکل موقوف ہو جائے
اور حیوانوں کی طرح مرد و عورت جب چاہیں جمع ہوں اور جب
چاہیں جدا ہو جائیں؟"

ایک اشتمالی لیڈر۔ ارے اس قدر سفید جھوٹ! تم دنیا بھر
کی برائیاں ہماری طرف منسوب کر رہے ہو، کچھ خوفِ خدا کرو!

مقرر۔ اس میں جھوٹ کیا ہے؟ کیا تمہاری متخیلہ اسکیم کے نتائج یہی
نہیں ہیں؟ تمہاری غرض یہ ہے کہ قوم کو وہ تاریک غار دکھا دیں جو تم نے
اُس کے لیے تیار کیا ہے، اور اگر تمہاری بھاگ دوڑ روک تھام نہ کی گئی تو تم
یقیناً اُسے اُس میں دھکیل دو گے۔

حضرت [illegible]

یاد رکھیے کوئی سوسائٹی قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کے افراد
"مصلحت عامہ" کے مقابلہ میں اپنی ذاتی مصلحتوں کی کچھ قربانی نہ
کریں، اور اپنے خادموں کے لیے اپنے بعض ذاتی حقوق کو چھوڑ
نہ دیں، قوم کے رہنما، حکام، ذی وجاہت اور سرمایہ دار جو خدمت
قومی میں صبح و شام ایک کر رہے ہیں کیا ان کو اتنا صلہ بھی نہ ملنا
چاہیے کہ قوم کے عام افراد ان کے کچھ زائد حقوق تسلیم کریں؟ وہ
حقیقی مساوات دنیا میں ناممکن ہے وہ تو آخرت ہی میں ہوگی
جہاں امیر و غریب، مزدور و سرمایہ دار اور حاکم و محکوم سب ایک نظر
سے دیکھے جائیں! یہ قانون خدا ہے۔ آپ اس سے کیوں روگردانی
کرتے ہیں؟"

مقرر نے اس جذباتی تقریر کو ختم کیا اور پیشانی سے عرق
پونچھتا ہوا اپنی کرسی پر بیٹھ گیا، لیکن حاضرین میں بے چینی پیدا
ہو گئی اور مزدوروں اور ان کے حمایتیوں نے شور کرنا شروع کیا
کہ ان ظالموں کو آگ میں جلا دو، ہم مساوات تسلیم کرائیں گے یا
مر مٹیں گے اور مار دینگے، غرضکہ مجلس میں اس طرح بدنظمی پیدا ہوئی
کہ سب و شتم اور پھر زد و کوب کی نوبت پہونچی کرسیاں بنچیں
ٹوٹنے لگیں، کسی کا سر پھوٹا اور کسی کا ہاتھ ٹوٹا، آخر فوج اور پولیس
اندر داخل ہو گئی اور مجمع کو بزور وقت منتشر کیا، طرفین سے جتنے آدمی
مجروح ہوئے تھے وہ شفاخانوں کو بھیجے گئے اور مقتولین کو دفن کیا گیا۔

فصل ہشتم

تیسرا جلسہ

رات لوگوں نے بڑی پریشانی سے بسر کی صبح اٹھے تو سڑکوں پر
مزدوروں کا ہجوم تھا جو ہڑتال کر کے جمع ہو گئے تھے۔ شکر ہے
کہ انھوں نے [illegible] کے اس تجویز کو ملتوی کر دیا کہ آج شب کو
پھر جلسہ ہوگا اور دیندار مقرر کی تقریر کی تردید تعلیم یافتہ جماعت کا سب سے
بڑا لیڈر کرے گا چنانچہ وہ منتشر ہو گئے اور شام ہوتے ہی سب لوگ
جوق جوق جلسہ گاہ میں آنے لگے آخر میں مذکورہ بالا لیڈر کی سواری
آئی جس کی عمر تقریباً ستر سال کی ہوگی اور جو اپنی خلوت گاہ سے ایسے
ایسے ہی خطرناک موقعوں پر برآمد ہوا کرتا تھا چنانچہ وہ بڑے وقار
سے موٹر سے اترا اور اپنی کرسی پر جو کہ صدر جلسہ کے پہلو میں بچھائی گئی
تھی جا کر بیٹھ گیا۔ مسٹر ایکس اور اُس کے رفیق جمیل کی نشست بھی وہیں
تھی جس کے پاس ہی تھی جہاں یہ دونوں انتہائی تردد کے ساتھ جلسہ
کی کارروائی دیکھنے کو بیٹھے تھے۔

جب جلسہ میں سکون ہوگیا تو وہ لیڈر اٹھا اور کمال متانت سے
اپنی تقریر یوں شروع کی۔

عزیزان من! آج صبح میں نے اپنے ایک دیندار بھائی کی تقر
اخبارات میں پڑھی ہوگی انھوں نے یہاں مذہب کی حمایت ا

علم کی مخالفت میں کی تھی' اُسے دیکھ کر میں مبہوت رہ گیا کیونکہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک پہلوان خم ٹھوک رہا اور اپنے مخالف کو چت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ نہ کہ ایک عالم دین جو وعظ و نصیحت کرتا ہے۔ اُسے دیکھ کر مجھے ایک قصہ یاد ہو گیا جو میری آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے ایک مرتبہ ایک عالم دین ایک مجمع میں اس طرح تقریر کر رہے تھے کہ جوش کی وجہ سے اُن کے منہ سے کف جاری تھا' آواز میں بادلوں کی سی گرج تھی' ہاتھ تیزی سے گردش کر رہے تھے' اور پیر زمین پر اس زور سے پڑتے تھے کہ گرد اُڑ رہی تھی میں نے اُن کی تقریر کو سخت حیرت کے ساتھ سُنا، کیونکہ اُن کا دعوے تھا کہ وہ مخلوق کو آسمان کا راستہ دکھاتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ اُنھوں نے اُس راستہ میں اسقدر گرد و غبار اُڑا دیا تھا کہ وہ آنکھوں کو نہ سوجھتا تھا' اور سامعین بجائے متاثر ہونے کے اُس سے اور بھی متنفر ہو رہے تھے۔ دوسری طرف مجھے ایک عورت نظر آئی جو نہایت خشوع کے ساتھ سجدہ میں پڑی ہوئی تھی۔ اس منظر نے میرے دل اور میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ یہ عورت اپنی خاموش اور پُرسکون ہیئت میں اس پرجوش خطیب سے زائد اثر پیدا کر رہی ہے' اور اسکا وعظ اُسکے وعظ سے کہیں بڑھ کر فصیح و بلیغ ہے۔

حضرات! اگر آپ دریافت کریں گے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے تو ...

دونگا کہ اُس خاتون نے مذہب کے اعلیٰ ترین اصول پر عمل
کیا تھا، وہ اصول کیا ہے؟ وہ خالق سموات والارض کے سپرد
اپنے کو کر دینا ہے، بس سب کام اُسی کے لیے کیا جائے اور
دنیا وغیرہ کی کوئی شئے اُسکی محبت و رضامندی پر مقدم نہ کی جائے
دوستو! مذاہب عالم نے یہ حیرت انگیز ہر دلعزیزی اور
ترقی کیونکر حاصل کری؟ کیا تلوار کے زور سے؟ نہیں ہرگز نہیں
وہ خون شہیداں تھا جسنے اُن کو اس درجہ پہ پہونچادیا، شہیدوں
نے محبت خداوندی میں دنیا کو نہ سمجھا اور موت کے منہ میں
فرحاں و شاداں چلے گئے خدا نے بھی اُن کی اس ادا کو پسند کیا
اور اُن کو اور اُن کے ادیان کو قبولیت عام عطا کی" واللہ
اُس مسیح کی موت ایک جرار فوج سے زیادہ فتح دلانے والی
تھی جو اُسنے راہ حق میں قبول کی! اور واللہ وہ عربی شتربان
قیصر کی دو لاکھ فوج سے زیادہ قوی ثابت ہوا جو موت کے شوق
میں "میدان یرموک" میں "اللہ اکبر! اللہ اکبر!" پکارتا تھا!
حضرات! دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھیے کہ ہمیشہ فتح کسے ہوئی
پیل تن سپاہ کو یا خون شہیداں کے چند قطروں کو؟ لو ازراہ
خدا فتح کے تاج کو مذہب کے سر سے اٹھا کر مزدوروں کے سر پر
رکھیے! موجودہ زمانہ میں یہ غریب فرقہ سخت مظلوم ہے، چند
اسکا خون بہا کر اپنے کو تباہ نہ کیجیے! آپ یہ نہ خیال کیجیے گا

کہ میں مزدوروں کی ناحق طرفداری کروں گا۔ نہیں، جس طرح میں آپ سے عدل و انصاف اور نرمی کی التجا کروں گا۔ اسی طرح اُنسے بھی امید کروں گا کہ اپنے مطالبات کچھ کم کریں۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ پیش قدمی زمینداروں کو کرنا چاہیئے کیونکہ اُن کی شان یہی ہونا چاہیئے۔ پس اے بھائیو۔ آؤ سب ملکر کوشش کریں کہ خود غرضی اور بہیمیت کو مٹا کر دنیا میں امن و امان اور عدل و مساوات کو پھیلائیں

اس مقصد کے حصول میں ہمیں دو باتوں پر غور کرنا ہے اول یہ کہ مزدوروں اور سرمایہ داروں کے مابین اتفاق کی صورت نکلے اور دوسرے یہ کہ مذہب اور علم کا جھگڑا ختم ہو۔ پہلے مسئلہ کے متعلق میں نے ایک اسکیم مرتب کر کے صدر صاحب کی خدمت میں پیش کر دی ہے جو آپ کو سنائیں گے۔ اور دوسرے کے متعلق میرے خیال میں چنداں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ نہایت معمولی مسئلہ ہے۔ مذہب اور علم دونوں کی غایت بالکل ایک ہے۔ دونوں یہی چاہتے ہیں کہ انسان کی حالت سدھرے اور وہ معراج ترقی پہنچ جائے۔ البتہ اگر دونوں کے راستہ میں کسی قدر اختلاف ہو تو اس سے چشم پوشی کرنا چاہیئے۔ میرے خیال میں مذہب اور علم آپس میں نہ کبھی حریف تھے اور نہ آیندہ ہو سکتے ہیں یہ صرف ہماری نفسانیت اور خود غرضی ہے کہ ہم نے ان دونوں کو ہم رشک کر دیا ہے۔ پس اگر ہمیں منظور ہے کہ تمام نسل مٹ جائے

توسب سے پہلے اپنے دلوں کو صاف کرنا چاہیئے - علم اور مذہب
دونوں کو ایک حد تک تساہل برتنا چاہیئے - مذہب کو مناسب ہے
کہ وہ زمانہ کا خیال کرے کہ وہ کس قدر بدل گیا ہے - لہٰذا اپنے
اصول میں کچھ ترمیم کرے -

حضرات واقعہ یہ ہے کہ مذہب اور علم دونوں کے دشمن علیحدہ علیحدہ
نہیں بلکہ بالکل ایک ہیں - خودغرضی - حرص - اور ہر پابندی سے
آزادی کی ہوس - یہی وہ چیزیں ہیں جو مذہب کو بھی نگلنا چاہتی ہیں
اور علم کو بھی - اگر خدانخواستہ یہ خرابیاں دنیا میں عام ہو گئیں تو
اس کا نتیجہ بجز اسکے اور کیا ہوگا کہ ادنیٰ درجہ کے لوگ برسر اقتدار
ہو جائیں گے اور علمی اخلاق کے نمونے آہستہ آہستہ ناپید ہو جائینگے
کیونکہ جب انسان کے سامنے صرف یہی ایک مقصد رہ گیا کہ شہوات کے
تقاضا کو پورا کرے تو علمی اخلاق کا وہاں کہاں گذر ہوگا - ادنیٰ
درجہ کے لوگوں سے میری مراد وہ دنی الطبع ہیں جن میں مذکورہ بالا
صفات پائی جاتی ہیں -

عزیزو! تمہاری طرح میں بھی اُن پر آشفتہ ہوں جو علم
کی آڑ میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں - لیکن انصاف سے کام لیجئے
اسکا الزام سراسر آپ ہی کے سر ہونا چاہیئے نہ کہ علم کے جو اس سے
بالکل بری ہے - علم کی مثال شبنم کی مانند ہے جو آسمان سے [illegible]
شفاف گرتی ہے - پھول پر تو وہ اصلی معلوم ہوتی ہے اور غلاظت پر

اسکا رنگ ہرا ہوتا ہے۔ لیکن اسمیں شبنم کی خوشبو نہیں ہے۔ ....

دوستو! یہ نہ خیال کرو کہ میری اس تقریر سے تمہاری تمام امیدوں پر پانی پھرا جاتا ہے۔ ہماری صرف ایک امید ہونا چاہیئے۔ اور وہ ترقی قوم! تمکو صرف عملی نمونہ پیش کرنا چاہیئے کیونکہ دنیا نے الفاظ بہت سن لئے ہیں اور اب وہ اُن سے متاثر نہیں ہوتی۔ اب تو عمل ہی سے کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ پس اے علمائے دین آگے بڑھو اور قوم کے جھنڈے کو اٹھاؤ، قوم تمہارے پیچھے چلنے کو بے چین ہے۔ اور تم پیدا ہی اس لئے کئے گئے ہو، لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور قوم کے بجائے حکام اور سرمایہ داروں کے سپاہی بنگئے تو تم اپنے پیروں آپ کلہاڑی مار و گے۔ تمہاری تمام عظمت خاک میں مل جائیگی اور تم خدا کے حضور میں رسوا ہوگے!!!

اس تقریر کے بعد صدر جلسہ نے مقرر کی اسکیم پڑھکر حاضرین کو سنائی جسمیں حسب ذیل دفعات تھیں۔

(۱) مزدوروں کی اجرت ۵۰ فیصدی زیادہ کر دی جائے۔ یہ آخری فیصلہ ہوگا جس کے بعد بجز انعام و اکرام کے انکو آئندہ کچھ اور نہ ملے گا۔

(۲) کسی کارخانہ کی مزدوری بھی ۱۰ سے کم نہ ہوگی۔

(۳) محنت کے وقت کی مقدار تجربۃً صرف ۸ گھنٹہ ہونگے۔ نماز دوپہر سے پہلے ادا ہو سکے گی۔

لیکن آج کی کارروائی سے کوئی مطمئن نہ تھا۔ مزدوروں کو بھی شکایت تھی اور سرمایہ دار بھی پوری طرح رضامند نہ تھے اگرچہ اُن کو قابل قبول تسلیم کرتے تھے۔

فصل نہم

رات بحث مباحثہ میں گذری، صبح ہوئی تو دیواروں پر جابجا بڑے بڑے اعلان چسپاں نظر آئے، جن میں نہایت جلی حرفوں میں لکھا تھا۔

"قوی نے کمزور کے ساتھ خیانت کی"

اور پھر حسب ذیل عبارت تھی

"مزدورو اور ملازم پیشہ لوگو! تمھارے ساتھ خیانت کی گئی، اور تمھاری قربانی چڑھا دی گئی! ہرگز خائنوں پر اعتماد نہ کرو، اور اُن کی تجویزوں کو قبول نہ کرو، اُن کی غرض یہ ہے کہ تمھیں پھر غلامی پہ مجبور کریں۔ تم نے ٹیکس لگانے کو کب کہا تھا؟ تمھارا مطالبہ تو یہ تھا کہ سرمایہ داروں کے ساتھ نفع میں بھی برابر کے شریک ہو۔ بس اگر وہ تمھارے مطالبات کو بلاچون وچرا تسلیم کریں تو تمھیں چاہیے کہ فوراً تمام کاروبار معطل کرلو کیونکہ وہ خود قوم کی ملکیت ہے، ہرگز کسی کا خوف نہ کرو، کیونکہ فوج تمھارے ساتھ ہے!

بھائیو! کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ خائن لوگ ہیں؟ وہ تعلیم یافتہ جو اپنے
کو اعتدال پسند کہتے ہیں! اُن کو معلوم ہونا چاہیے کہ اعتدال سے
کبھی حقوق نہیں ملا کرتے! اُن کا دعوےٰ ہے کہ وہ تمھاری خدمت
کرتے ہیں! تم اُن سے کہدو کہ ہمیں ایسی خدمت کی ضرورت نہیں
یہ تو صریح عداوت ہے! یقین کرو کہ یہ لوگ حکام اور سرمایہ داروں سے
رشوتیں لے کر مل گئے ہیں!

پس اے عزیزو! اپنے نفس پر اور صرف اپنے نفس پر اعتماد کرکے
آؤ ہم تم سب مل کر کارخانوں کے دروازوں پر چلیں اور سرمایہ داروں
سے صاف صاف کہدیں، آج اُن کو اپنی قوت دکھا دو اور
[illegible] کہدو کہ یا تو ہمارے مطالبات قبول کرو اور یا موت
کے لیے آمادہ ہو جاؤ!!!"

حلیم نے بھی اس اعلان کو وحشت کے ساتھ پڑھا اور اپنے
دوست جمیل سے کہنے لگا کہ "معاملہ اب بہت نازک ہو گیا ہے"
ادھر یہ گفتگو ہو رہی تھی اور اُدھر سرمایہ دار گورنمنٹ سے فوجیں طلب
کر رہے تھے تاکہ مزدوروں کے شر سے بچیں۔ جوق در جوق کارخانوں
کے سامنے جمع ہو رہے تھے۔ آخر ایک مقام پر انھوں نے کارخانوں
پر حملہ کر دیا۔ فوج نے [illegible] جب طرفین سے جنگ ہونے
لگی۔ مزدوروں نے پکار کر کہا "اے سپاہیو! ہم اور تم دونوں بھائی
بھائی ہیں۔ اور یکساں مصیبت میں گرفتار ہیں۔ خدا کے لئے ہمارا مقابلہ

کرکے اپنا نقصان نہ کرو،، چنانچہ یہ سنکر بہت سے سپاہی ان سے آملے اور اپنے افسروں کو قتل کی دھمکی دی۔ لیکن بالآخر فوج غالب آئی اور سورش پسند منتشر کر دئے گئے۔

ان شہروں کے حاکم اعلیٰ نے حالت کو خطرناک محسوس کرکے آج کا مجوزہ جلسہ بھی ملتوی کر دیا کہ لوگوں میں سکون پیدا ہو جائے

فصل دہم

شام ہوئی تو شہر مال میں خاصی رونق نظر آئی، لوگوں کی آمد و رفت اور رو پیہ کی لین دین سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا۔ نو بجے شب کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں میں جاکر اطمینان سے سو گئے اور شہر پر ایک سناٹا طاری ہو گیا۔ البتہ سپاہیوں کے چلنے کی آواز تو کبھی کبھی سنائی دیتی تھی جو شہر کی نگرانی پر متعین تھے۔ یہاں تک کہ تین بجگئے، لیکن جب پو پھٹنے لگی تو یکایک ہر طرف سے شور و واویلا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور در و دیوار سے دھواں نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ شہر و دہشت پسندوں نے شہر میں ہر چہار جانب سے آگ لگا دی تھی جو بہر گھر میں قیامت برپا کر رہی تھی، مرد، عورتیں اور بچے بوڑھے اپنی جانیں لئے بھاگے جا رہے تھے۔ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی نفسی نفسی کا

عالم تھا اور ہر کس و ناکس دیوانہ وار ادھر سے اُدھر دوڑ رہا تھا۔ حلیم اور اسکا ساتھی جمیل دونوں شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں قیام پذیر تھے۔ یکایک ہیبت ناک آوازوں کے شور سے بیدار ہو گئے جواب خود ہوٹل ہی میں ہو رہا تھا کیونکہ جہاں سوز آگ نے اس کا احاطہ کر لیا تھا۔ یہ دونوں اُٹھے تو اپنے کو محصور پایا۔ مجبوراً عالم اضطراب و پریشانی میں کمرے کے فرش اور پردوں کو چاک کر کے ایک رسی بنائی اور اس سے زمین پر بہزار خرابی اُتر آئے۔ شہر میں پہونچے تو مزاحیہ دینے والے مناظر دیکھے، انسان اپنے ہم جنس کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا اور شہر کے ہر سمت سے حیوانوں کی طرح حملے کر رہے تھے اور مکانوں میں گھس گھس کر قتل عام کر رہے تھے۔ شہریوں پر سخت مصیبت تھی ایک طرف آگ کہیں پناہ نہ دیتی تھی اور دوسری طرف دشمن سے نجات ناممکن تھی۔

سلیم کا خیال تھا کہ یہ قیامت صرف انہی کے شہر میں برپا ہے۔ لیکن بہت جلد اُسنے باقی دونوں شہروں کو جلتے دیکھ لیا۔ تب تو اُس نے اپنے رفیق سے کہا کہ یہ نہایت شرمناک سازش معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو افراط و تفریط کا یہی نتیجہ ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر فریقین صلح و آشتی سے ایک دوسرے کے مطالبات تسلیم کر لیتے وہ یہ کہنے ہی پایا تھا کہ بندوق کی باڑھ کی وحشت ناک آواز نے اُسے مرعوب کر دیا کر جو اُس نے دیکھا تو فوج اور باغیوں میں ایک

خونریز معرکہ ہو رہا تھا جس میں کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے، آخر حلیم سے یہ بربریت نہ دیکھی گئی اور وہ اپنے ساتھی کو لیکر شہر سے باہر ایک ٹیلہ پر چلا گیا، جہاں پہونچتے ہی سیاہ و سیاہ بادل تینوں شہروں پر چھا گئے اور اس زور سے بجلی کڑکی کہ اس کے حواس جاتے رہے۔ مگر شہر والوں کو ذرہ برابر بھی تنبیہ نہ ہوئی اور وہ برابر جنگ و خونریزی میں مشغول رہے۔ آخر باد و باراں کا طوفان آگیا اور اس قدر بارش ہوئی کہ آدمی ڈوبنے لگے، اس کے ساتھ ہی ایک زور کا دھماکا ہوا اور خوفناک زلزلے نے زمین شق کردی اور تینوں شہر مع اپنے سرکش باشندوں کے دھنس گئے

افسوس! افسوس!!۔

حلیم کے قلب پر اگرچہ ان دردانگیز مناظر نے نہایت شدید اثر کیا تھا۔ مگر اب بھی اُسے اپنی محبوبہ یاد تھی اور وہ بڑے تردد سے اس کے متعلق غور کر رہا تھا کہ سامنے سے چند گھوڑے آتے نظر آئے جن کے دیکھتے ہی اُس کا دل سینہ میں اُچھلنے لگا۔ اور اُسے یقین ہو گیا کہ یہ گھوڑے اُس کی محبوبہ اور اُس کی سہیلیوں کے ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اُس نے دیکھا کہ پانچ نازنینیں چلی آرہی ہیں جن کے ہاتھوں میں تر بتر رومال ہیں۔ جن سے وہ اپنے آنسو بار بار خشک کر رہی ہیں۔ حلیم بھی اُنکو اس حالت میں دیکھکر زار و قطار رونے لگا اور جب وہ ٹیلہ پر

آکر اتر پڑیں تو نہایت ہمدردی سے اپنی معشوقہ کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

حلیم۔ کیا مجھے اجازت ہوگی کہ اس نازک موقعہ پر اپنی خدمات پیش کروں۔

خاتون۔ دردوکر) آپ کیا مدد کریں گے۔ میں ان شہروں کے حاکم اعلی کی لڑکی ہوں۔ باپ شہید ہوگیا۔ گھر منہدم ہوگیا اور میں اپنے سپاہیوں کی مہربانی سے بچ نکلی۔ اب کس کئے لئے مدد چاہوں اور کیا خدمت آپ کے سپرد کروں۔

حلیم۔ (اس کا غم غلط کرنے کے لئے) آخر اس ناگہانی آفت کا سبب کیا ہے؟

خاتون۔ اس کا سبب والد مرحوم نے جبکہ میں سونے کو جارہی تھی، مجھ سے یہ بتایا تھا کہ وہ سب پارٹیاں خود غرضی اور ضد سے کام کر رہی ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ہم پر خدا کا قہر نازل ہوجائے! چنانچہ وہی ہوا اور جیسا کہ آپ نے دیکھا ہم سب کے سب برباد ہوگئے۔

خاتمہ

اسکے بعد آہستہ آہستہ خاتون کا رنج کم ہوگیا۔ خود اس نے

حلیم سے شادی کی اور اپنی چھوٹی بہن کو جمیل کی زوجیت میں دیا۔
پھر تینوں شہروں کی از سر نو بنا ڈالی اور اُن میں سے ہر ایک میں
عبرت کے لئے ایک ایک یادگار اس تباہی کی قائم کی، خدا نے بھی
اس پر بڑی مہربانی کی اور اس کی نسل میں ایسی برکت دی کہ اُس سے
یہ تینوں شہر پھر آباد ہوگئے۔ جن میں انتظام اور معاشرت ایسی
اعلیٰ اور قابل دید تھی جیسی حلیم کے خیال میں "عہد زریں" کیلئے
ہونا چاہئے تھی۔

اجتماع ضدین | عجیب و غریب انداز میں اصلاح معاشرت پر دلچسپ اور کار آمد فسانہ جس میں یہ بتایا گیا ہے

کہ اکثر والدین بلا سمجھے بوجھے جہاں چاہتے ہیں لڑکوں کی شادی
کر دیتے ہیں اور لڑکی لڑکے کی خوشنودی کا لحاظ نہیں کرتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں
کہ اس معاملہ میں ہم کلیتاً مختار ہیں جو چاہیں سو کریں۔ لیکن اس رسمی
شادی سے جو افسوسناک نتائج پیش آتے ہیں وہ ظاہر ہیں
قابل مصنف نے اس کتاب میں ظاہر کیا ہے کہ شادی کے معاملہ
میں دولہا دلھن کی رائے کو بھی دخل ہونا چاہیئے۔ ورنہ زمانہ ایک
دن دکھلائے گا کہ آہ مظلومان رنگ لائے گی۔ کس قدر غضب ہے
کہ دو مختلف الطبائع مرد و عورت کو ایک دوسرے کا شریک زندگی
بنایا جائے اور ان کو بجائے لطف و کامرانی کے تلخی و ناکامی کا سامنا

کا سامنا کرنا پڑے عشق و حسن کی رنگینیاں۔ محبت کے جذبات اور دلربایانہ انداز۔ حسن کی فطری کشش اور اس کے نتائج شاعرانہ انداز بیان اور فلسفیانہ تخیلات میں بیان کیے گیے ہیں زبان میں کچھ نہ کچھ جدت ہے۔ محاورات میں نئی تراش خراش ہے۔ کتاب جابجا نظم سے بھی مالامال ہے جو خود مصنف کے خیالات کا نتیجہ ہے۔ شادی کرنے سے پہلے اسکا مطالعہ ضروری ہے۔ جوان ماں باپ خود باخبر نہیں ہیں یہ کتاب اگر ان کی نظر سے گذر جائے تو یقیناً لڑکوں کے حق میں مفید ثابت ہو [illegible] قیمت [illegible]

خیال

مجموعہ نظم

ایک حسین تعلیمیافتہ عورت جو اپنے شوہر پر فریفتہ ہے تنہا بیٹھی [illegible] یاد میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہی ہے۔ اس قسم کی نظمیں اردو میں شاذ و نادر ہیں بیوی نے اپنے شوہر کو جو جو خطوط لکھے ہیں وہ بھی دلچسپ ہیں اگر عورتوں کو یہ نظمیں پڑھائی یا سنائی جائیں تو یقیناً شوہروں کے متعلق ان کے دل میں محبت کے گہرے جذبات پیدا ہوں۔ اس نظم کی بحر دلکش اور الفاظ سادہ غرض جناب شوق صاحب نے عجب کمال دکھایا ہے۔ اسمیں فرقت زدہ عورت کا فوٹو بھی شامل ہے جو دلکشی اور دلفریبی میں نظیر نہیں رکھتا۔ قیمت صرف ۸ر

(صدیق بکڈپو لکھنؤ آباد سے طلب کیجئے)

ہندوستان بھر میں سب سے پہلا

مذہبی کتب خانہ

ملک و قوم کی تمام مذہبی ضرورتوں کا لحاظ کر کے ہم نے مرکزی شہر
لکھنؤ میں یہ کتب خانہ قائم کیا ہے جہاں سے ہر قسم کی مذہبی کتابیں
قرآن شریف۔ حدیث۔ تفسیر۔ فقہ۔ تصوف وغیرہ وغیرہ
نہایت عمدہ و بعید کفایت کے ساتھ روانہ کی جاتی ہیں۔ بعض
قلمی کتابیں اور وہ نادر الوجود کتابیں جو سب قریب قریب
مفقود ہیں وہ سب بھیجی جا سکتی ہیں۔ کتابوں کے ترجمہ کا بھی
نہایت معقول انتظام ہے جن لوگوں کے یہاں غیر مطبوعہ
کتابیں ہیں نہایت کفایت سے ان کی لکھائی چھپائی بھی ہو سکتی
ہے نیز ایسی کتابیں بشرط پسندیدگی خریدی بھی جا سکتی ہیں
آپ کو جس کتاب کی ضرورت ہو بے تکلف طلب فرمائیں

(پتہ یہ ہے)

منیجر مذہبی کتب خانہ شرف منزل مولوی گنج لکھنؤ